معارف القرآن

جلد

۶

مریم، طٰہٰ، انبیاء، حج، مؤمنون، نور، فرقان، شعراء، نمل، قصص، عنکبوت، روم

پارہ ۱۶، رکوع ۴ تا پارہ ۲۱، رکوع ۹

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

حکومتِ پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر ۲۷۴۱

عرضِ ناشر: اگرچہ معارف القرآن کی تصحیح کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد بندی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہِ کرم مطلع فرمائیں۔

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
احاطہ دار العلوم کراچی، پوسٹ کوڈ ۷۵۱۸۰
فون: ۵۰۴۹۷۳۳، ۵۰۳۲۰۲۰

باہتمام : محمد مشتاق سنی
طبع جدید : محرم الحرام ۱۴۲۵ھ - مارچ ۲۰۰۴ء
مطبع : احمد پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی
ناشر : ادارۃ المعارف کراچی۔ احاطہ دار العلوم کراچی ۱۴
فون : 5049733 - 5032020
ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:

❁ ادارۃ المعارف کراچی احاطہ دار العلوم کراچی ۱۴
فون: 5049733 - 5032020

❁ مکتبہ معارف القرآن کراچی احاطہ دار العلوم کراچی ۱۴
فون: 5031565 - 5031566

فہرست مضامین معارف القرآن جلد ششم

مضامین	صفحہ
سورۂ مریم (۱۹)	
سورۂ مریم آیات ۱ تا ۷	۱۴
آیات ۸ تا ۱۵ مع خلاصۂ تفسیر	۱۵
دعا میں اپنی حاجتمندی کا اظہار مستحب ہے	۱۷
انبیاء کے مال میں وراثت نہیں چلتی	۱۸
آیات ۱۶ تا ۱۹	۱۹
آیات ۲۰ تا ۲۱ مع خلاصۂ تفسیر	۲۰
آیات ۲۲ تا ۲۶ مع خلاصۂ تفسیر	۲۲
تمنائے موت کا حکم	۲۳
سکوت کا روزہ شریعت اسلامیہ میں منسوخ ہو گیا	۲۴
بغیر مرد کے تنہا عورت سے بچہ پیدا ہو جانا خلاف عقل نہیں	״
آیات ۲۷ تا ۳۳ مع خلاصۂ تفسیر	۲۵
آیات ۳۴ تا ۴۰ مع خلاصۂ تفسیر	۲۹
آیات ۴۱ تا ۴۳	۳۱
آیات ۴۴ تا ۵۰ مع خلاصۂ تفسیر	۳۲
صدیق کی تعریف	۳۴
اپنے بڑوں کو نصیحت کرنے کا طریقہ اور اسکے آداب	״
کسی کافر کے لئے استغفار کرنا شرعاً ممنوع ہے!	۳۶
آیات ۵۱ تا ۵۷	۳۷
آیت ۵۸ مع خلاصۂ تفسیر	۳۸
ایفائے وعدہ کی اہمیت اور اس کا درجہ	۴۰
مصلح کا فرض ہے کہ اصلاح کا کام اپنے اہل و عیال سے شروع کرے۔	״
رسول اور نبی کی تعریف میں فرق اور باہمی نسبت	۴۲
آیات ۵۹ تا ۶۳	۴۳
نماز بے وقت یا بلا جماعت پڑھنا	۴۴
آیات ۶۴ تا ۶۷ مع خلاصۂ تفسیر	۴۷
شانِ نزول	״
معارف و مسائل	۴۹
آیات ۶۸ تا ۷۶ مع خلاصۂ تفسیر	۵۰
آیات ۷۷ تا ۸۲ مع خلاصۂ تفسیر	۵۳
آیات ۸۳ تا ۸۷ مع خلاصۂ تفسیر	۵۵
آیات ۸۸ تا ۹۷	۵۷
آیت ۹۸ مع خلاصۂ تفسیر	۵۸
سورۂ طٰہٰ (۲۰)	۶۱
آیات ۱ تا ۸ مع خلاصۂ تفسیر	۶۳
طٰہٰ کی تفسیر میں علمائے تفسیر کے اقوال	۶۴
آیات ۹ تا ۱۴	۶۶
آیات ۱۵ و ۱۶ مع خلاصۂ تفسیر	۶۷
اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ	۶۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کا کلام لفظی بلا واسطہ سنا۔	״
مقام ادب میں جوتے اتار دینا ادب کا مقتضا ہے	۷۰
اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی	״
قرآن سننے کے آداب	۷۱
آیات ۱۷ تا ۲۴	۷۲
خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۷۳
آیات ۲۵ تا ۳۶ مع خلاصۂ تفسیر	۷۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں	۷۶
صالح رفقاء ذکر و عبادت میں بھی مددگار ہوتے ہیں	۷۹
آیات ۳۷ تا ۳۸	״
آیات ۳۹ تا ۴۴ مع خلاصۂ تفسیر	۸۰
کیا وحی کسی غیر نبی و رسول کی طرف بھی آسکتی ہے؟	۸۲
اُمِّ موسیٰ علیہ السلام کا نام	۸۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مفصل قصہ	۸۴
مذکورۃ الصدر قصہ موسیٰ علیہ السلام سے حاصل شدہ نتائج و عبر اور فوائد مہمہ	۱۰۳
فرعون کی احمقانہ تدبیر اور اس پر قدرتِ حق کا حیرت انگیز رد عمل	۱۰۴

مضمون	صفحہ
موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر معجزانہ انعام اور فرعونی تدبیر کا ایک اور انتقام	۱۰۴
صنعت کاروں اور تاجروں وغیرہ کیلئے ایک بشارت	״
اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو ایک محبوبیت کی شان عطا ہوتی ہے کہ ہر دیکھنے والا ان سے محبت کرتا ہے۔	۱۰۵
فرعونی کافر شخص کا قتل جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہو گیا اس کو خطا کس بنا پر قرار دیا گیا؟	״
ضعیفوں کی امداد اور خدمتِ خلق دین و دنیا کے لئے نافع اور مفید ہے۔	۱۰۶
دو پیغمبروں میں اجیر اور آجر کا معاملہ اور اس کی حکمتیں اور فوائد عجیبہ۔	״
کسی کو کوئی عہدہ اور ملازمت سپرد کرنے کا بہترین اصول	۱۰۷
ساحروں اور پیغمبروں کے معاملات میں کھلا ہوا فرق	״
فرعونی جادوگروں کے جادو کی حقیقت	۱۰۸
قبائلی تقسیم معاشرتی معاملات کی حد تک کوئی مذموم عمل نہیں	״
جماعتی انتظام کیلئے خلیفہ اور نائب بنانا	۱۰۹
مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ سے بچنے کے لئے بڑی سے بڑی برائی کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔	״
پیغمبرانہ دعوت کا ایک اہم اصول	״
آیات ۴۵ تا ۵۰	۱۱۰
خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۱۱۱
حضرت موسیٰؑ کو خوف کیوں ہوا؟	״
موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوتِ ایمان کے ساتھ اپنی قوم کو معاشی مصیبت سے بھی چھڑانے کی دعوت دی	۱۱۳
اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور پھر ہر ایک کے وجود کے مناسب اس کو ہدایت فرمائی۔	״
آیت ۵۱ تا ۵۵	۱۱۴
آیت ۵۶ تا ۵۹ معہ خلاصۂ تفسیر	۱۱۵
ہر انسان کے خمیر میں نطفہ کے ساتھ اس جگہ کی مٹی بھی شامل ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوگا۔	۱۱۷
جادوگروں کے مقابلہ کیلئے دن اور وقت کے تعین کی حکمت	۱۱۸
جادو کی حقیقت اور اس کے اقسام اور شرعی احکام	۱۱۹
آیت ۶۰ تا ۶۸	״
آیت ۶۹ تا ۷۵	۱۲۰
آیت ۷۶ معہ خلاصۂ تفسیر	۱۲۱
موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو پیغمبرانہ خطاب	۱۲۳
فرعونی جادوگروں کا مسلمان ہو کر سجدہ میں پڑ جانا	۱۲۵
اہلیۂ فرعون آسیہ کا انجام خیر	۱۲۶
فرعونی جادوگروں میں عجیب انقلاب	״
آیت ۷۷ تا ۸۱	۱۲۷
آیت ۸۲ مع خلاصۂ تفسیر	۱۲۸
مصر سے نکلنے کے وقت بنی اسرائیل کے بعض حالات اور ان کی اور لشکرِ فرعون کی تعداد	۱۲۹
آیت ۸۳ تا ۸۹	۱۳۱
حضرت موسیٰؑ سے عجلت کرنے کا سوال اور اس کی حکمت	۱۳۴
سامری کون تھا؟	״
کفار کا مال کس صورت میں مسلمان کے لئے حلال ہے؟	۱۳۶
[illegible]	۱۳۷
آیت ۹۰ تا ۹۴	۱۳۹
دو پیغمبروں میں اختلافِ رائے	۱۴۲
آیت ۹۵ تا ۹۸	۱۴۳
سامری کی سزا میں ایک لطیفہ	۱۴۵
آیت ۹۹ تا ۱۰۸	۱۴۶
آیت ۱۰۹ تا ۱۱۴ مع خلاصۂ تفسیر	۱۴۷
ربطِ آیات	״
آیت ۱۱۵ تا ۱۲۰	۱۵۱
آیت ۱۲۱ تا ۱۲۷ مع خلاصۂ تفسیر	۱۵۲
ربطِ آیات	۱۵۳
بیوی کا نفقہ ضروریہ شوہر کے ذمہ ہے	۱۵۷
نفقۂ واجبہ صرف چار چیزیں ہیں	״
انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایک اہم ہدایت	۱۵۸
دنیا میں زندگی تلخ اور تنگ ہونے کی حقیقت	۱۵۹
آیت ۱۲۸ تا ۱۳۲	۱۶۰
آیت ۱۳۳ تا ۱۳۵ مع خلاصۂ تفسیر	۱۶۱
دشمنوں کی ایذا رسانیوں کا علاج صبر اور ذکر اللہ ہے	۱۶۳

مضمون	صفحہ
دولت اللہ کے نزدیک مقبولیت کی علامت نہیں	۱۶۴
اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو نماز کی پابندی کی تاکید اور اس کی حکمت	۱۶۵
جو آدمی نماز اور اللہ کی عبادت میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے رزق کا معاملہ آسان بنا دیتے ہیں	״
ختم سورت	۱۶۶

سُورَۃُ الْاَنْبِیَاء

مضمون	صفحہ
آیت ۱ تا ۷	۱۶۷
آیت ۸ تا ۱۰ مع خلاصۂ تفسیر	۱۶۸
سورۂ انبیاء کی فضیلت	۱۶۹
قرآن کریم عربوں کے لئے عزت و فخر ہے	۱۷۱
آیت ۱۱ تا ۱۵ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۱۷۲
آیت ۱۶ تا ۲۴	۱۷۳
آیت ۲۵ تا ۲۹ مع خلاصۂ تفسیر	۱۷۴
آیت ۳۰ تا ۳۲	۱۷۹
آیت ۳۳ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۱۸۰
آیت ۳۴ تا ۴۳	۱۸۳
آیت ۴۴ تا ۴۷ مع خلاصۂ تفسیر	۱۸۴
موت کیا چیز ہے؟	۱۸۷
دنیا کی ہر تکلیف و راحت آزمائش ہے	۱۸۸
جلد بازی مذموم ہے	۱۸۹
قیامت میں اعمال کا وزن اور اس کی میزان	״
وزنِ اعمال کی صورت	۱۹۰
اعمال کا محاسبہ	״
آیت ۴۸ تا ۵۰ مع خلاصۂ تفسیر	۱۹۱
آیت ۵۱ تا ۶۵	۱۹۲
آیت ۶۶ تا ۷۳ مع خلاصۂ تفسیر	۱۹۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول جھوٹ نہیں بلکہ ایک کنایہ تھا	۱۹۷
حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ منسوب کرنے کی حقیقت	۱۹۸
اس حدیث کو غلط قرار دینا جہالت ہے۔	۲۰۰
حدیثِ مذکور میں ایک اہم ہدایت اور اخلاص عمل کی باریکی کا بیان۔	۲۰۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کے گلزار بن جانے کی حقیقت	״
آیت ۷۴ و ۷۵ مع خلاصۂ تفسیر	۲۰۳
آیت ۷۶ و ۷۷ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۲۰۴
آیت ۷۸ تا ۸۲ مع خلاصۂ تفسیر	۲۰۵
وہ مقدمہ جو حضرت داؤد اور پھر حضرت سلیمان علیہما السلام کی خدمت میں پیش ہوا۔	۲۰۷
کیا کسی قاضی کا فیصلہ بدلا جا سکتا ہے؟	۲۰۸
دو مجتہد اگر متضاد فیصلے کریں تو حق کیا ہوگا؟	۲۰۹
جانور کے جانی یا مالی نقصان پہنچانے کی صورت میں فیصلہ کیا ہونا چاہئے؟	۲۱۰
پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح	۲۱۱
تلاوتِ قرآن میں حسنِ صوت مطلوب ہے	״
زرہ بنانے کی صنعت حضرت داؤد علیہ السلام کو منجانب اللہ عطا کی گئی۔	״
جس صنعت سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچے وہ مطلوب اور فعلِ انبیاء ہے۔	״
حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کی تسخیر	۲۱۲
تختِ سلیمانی کی کیفیت	״
حضرت سلیمان کے لئے جنات و شیاطین کی تسخیر	۲۱۳
آیت ۸۳ و ۸۴ مع خلاصۂ تفسیر	۲۱۴
قصۂ ایوب علیہ السلام	۲۱۵
حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا صبر کے خلاف نہیں	۲۱۶
آیت ۸۵ و ۸۶، مع خلاصۂ تفسیر	۲۱۷
حضرت ذو الکفل نبی تھے یا ولی، ان کا عجیب قصہ	״
آیت ۸۷ و ۸۸ مع خلاصۂ تفسیر	۲۲۰
معارف و مسائل	۲۲۱
قصۂ یونس علیہ السلام	״
دعائے یونس علیہ السلام ہر مقصد کیلئے مقبول دعا ہے	۲۲۴
آیت ۸۹ و ۹۰ مع خلاصۂ تفسیر	״
آیت ۹۱ تا ۹۳ مع خلاصۂ تفسیر	۲۲۵
آیت ۹۴ تا ۱۰۴	۲۲۶

مضمون	صفحہ
آیت ۱۰۵ مع خلاصۂ تفسیر ربط آیات	۲۲۷
آیت ۱۰۶ تا ۱۱۲ مع خلاصۂ تفسیر	۲۳۲
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ	۲۳۳
ختم سورت	۲۳۴

سُورَۃُ الْحَجّ ۲۲

مضمون	صفحہ
آیت ۱ و ۲ مع خلاصۂ تفسیر	۲۳۵
خصوصیات سورت	۲۳۶
زلزلۂ قیامت کب ہوگا!	〃
آیت ۳ تا ۱۰	۲۳۷
معارف و مسائل	۲۴۰
بطن مادر میں تخلیق انسانی کے درجات اور مختلف احوال	〃
انسان کی ابتدائی تخلیق کے بعد عمر کے مختلف مدارج اور ان کے احوال	۲۴۱
آیت ۱۱ تا ۱۳ مع خلاصۂ تفسیر	۲۴۳
آیت ۱۴ تا ۱۶ مع خلاصۂ تفسیر	۲۴۴
آیت ۱۷ و ۱۸ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۲۴۵
تمام مخلوقات کے مطیع و فرمانبردار ہونے کی حقیقت	۲۴۷
آیت ۱۹ تا ۲۴ مع خلاصۂ تفسیر	۲۴۸
اہل جنت کو کنگن پہنائے جانے کی حکمت	۲۴۹
ریشم کے کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں۔	۲۵۰
آیت ۲۵ مع خلاصۂ تفسیر	۲۵۱
حرم مکہ میں سب مسلمانوں کے مساوی حق کا مطلب	۲۵۳
آیت ۲۶ تا ۲۹ مع خلاصۂ تفسیر	۲۵۴
بناء بیت اللہ کی ابتداء	۲۵۵
حضرت ابراہیمؑ کو حکم	۲۵۶
زمانۂ حج میں ذبح کئے جانے والے مختلف قسم کے جانوروں کا مسئلہ	۲۵۸
افعال حج میں ترتیب کا درجہ	۲۵۹
نذر کا مسئلہ	〃
ایک سوال اور جواب	۲۶۰
آیت ۳۰ تا ۳۳ مع خلاصۂ تفسیر	۲۶۱
آیت ۳۴ تا ۳۷ مع خلاصۂ تفسیر	۲۶۴
اصل مقصود عبادت کی صورت نہیں بلکہ دل کا اخلاص ہے	۲۶۷
آیت ۳۸ تا ۴۰	۲۶۸
آیت ۴۱ مع خلاصۂ تفسیر	۲۶۹
کفار کے ساتھ جہاد کا پہلا حکم	〃
جہاد و قتال کی ایک حکمت	۲۷۰
خلفائے راشدین کے حق میں قرآن کی پیشین گوئی اور اس کا ظہور	۲۷۱
آیت ۴۲ تا ۵۱ مع خلاصۂ تفسیر	۲۷۲
عبرت و بصیرت کیلئے زمین کی سیاحت مطلوب دینی ہے	۲۷۳
آخرت کا دن ایک ہزار سال کا ہونے کا مطلب	۲۷۴
ایک شبہ کا جواب	〃
آیت ۵۲ تا ۵۷	۲۷۵
آیت ۵۸ تا ۶۰ مع خلاصۂ تفسیر	۲۷۸
آیت ۶۱ و ۶۲	۲۷۹
آیت ۶۳ تا ۶۶ مع خلاصۂ تفسیر	۲۸۰
آیت ۶۷ و ۶۸	۲۸۱
آیت ۶۹ و ۷۰ مع خلاصۂ تفسیر	۲۸۲
ایک شبہ کا جواب	۲۸۳
آیت ۷۱ و ۷۲، ۷۳ و ۷۴	〃
مشرک کی ایک مثال	۲۸۴
آیت ۷۵ تا ۷۸ مع خلاصۂ تفسیر	〃
سورۂ حج کا سجدۂ تلاوت	۲۸۸
امت محمدیہ اللہ تعالیٰ کی منتخب امت ہے۔	۲۸۹
ختم سورۂ حج	۲۹۱

سُورَۃُ الْمُؤْمِنُوْن ۲۳

مضمون	صفحہ
آیت ۱ تا ۱۱	۲۹۲
فضائل و خصوصیات سورۂ مؤمنون	۲۹۳
فلاح کیا چیز ہے اور کہاں اور کیسے ملتی ہے؟	۲۹۴
مؤمن کامل کے سات اوصاف	۲۹۵
نماز میں خشوع کی ضرورت کا درجہ	۲۹۶
دوسرا وصف لغو سے پرہیز کرنا	〃
تیسرا وصف زکوٰۃ	〃
چوتھا وصف شرمگاہوں کی حفاظت	۲۹۷

مضمون	صفحہ
پانچواں وصف امانت کا حق ادا کرنا	۲۹۸
چھٹا وصف عہد پورا کرنا	〃
ساتواں وصف نمازوں پر محافظت	〃
آیت ۱۲ تا ۱۷	۲۹۹
آیت ۱۸ تا ۲۲ مع خلاصۂ تفسیر	۳۰۰
تخلیق انسانی کے سات مدارج	۳۰۲
ایک عجیب لطیفہ از ابن عباسؓ	〃
تخلیق انسانی کا آخری مقام	۳۰۳
روح حقیقی اور روح حیوانی	〃
انسان کیلئے آب رسانی کا عجیب قدرتی نظام	۳۰۵
آیت ۲۳ و ۲۴	۳۰۷
آیت ۲۵ تا ۳۰ مع خلاصۂ تفسیر	۳۰۸
آیت ۳۱ تا ۳۸	۳۱۰
آیت ۳۹ تا ۴۱ مع خلاصۂ تفسیر	۳۱۱
آیت ۴۲ تا ۴۵	۳۱۲
آیت ۴۶ تا ۵۰ مع خلاصۂ تفسیر	۳۱۳
آیت ۵۱ تا ۵۶	۳۱۴
خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۳۱۵
آیت ۵۷ تا ۶۲ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۳۱۷
آیت ۶۳ تا ۷۷ مع خلاصۂ تفسیر	۳۱۹
غمرہ سے کیا مراد ہے؟	۳۲۱
عشاء کے بعد قصہ گوئی کی ممانعت اور خاص ہدایات	۳۲۳
اہل مکہ پر قحط کا عذاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اس کا دفع ہونا	۳۲۴
آیت ۷۸ تا ۹۲ مع خلاصۂ تفسیر	۳۲۵
آیت ۹۳ تا ۱۰۰ مع خلاصۂ تفسیر	۳۲۷
آیت ۱۰۱ تا ۱۱۵ مع خلاصۂ تفسیر	۳۳۱
محشر میں مؤمنین اور کفار کے حالات میں فرق	۳۳۵
وزن اعمال کی کیفیت	۳۳۶
آیت ۱۱۶ تا ۱۱۸ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۳۳۸
ختم سورت	۳۳۹

سُورَۃُ النُّوْر ۲۴

مضمون	صفحہ
آیت ۱ و ۲	۳۴۰
سورۂ نور کی بعض خصوصیات	۳۴۰
زنا جرم عظیم اور بہت سے جرائم کا مجموعہ ہے اس لئے اس کی سزا بھی سخت رکھی گئی ہے۔	۳۴۱
غیر شادی شدہ کے لئے کوڑوں کی سزا اور شادی شدہ کے لئے سنگساری	۳۴۳
ایک ضروری تنبیہ	۳۴۸
سزائے زنا میں تدریج کے تین درجے	〃
اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا جتنی سخت ہے اس کے ثبوت کے لئے شرائط بھی سخت ہیں	〃
کسی مرد یا جانور کے ساتھ فعل قبیح کا حکم	۳۴۹
اسلام میں جرائم کی ابتداء پردہ پوشی اور ثبوت کے بعد سزا کی سختی کے ساتھ تنفیذ	〃
آیت ۳ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۳۵۰
زنا کے متعلق دوسرا حکم	〃
آیت ۴ و ۵ مع خلاصۂ تفسیر	۳۵۳
زنا کے متعلق تیسرا حکم متعلق تہمت زنا اور اس کی حد شرعی	〃
ایک شبہ اور جواب	۳۵۴
محصنات کون ہیں!	〃
اگر مقذوف مطالبہ نہ کرے تو حد ساقط ہو جائیگی	۳۵۵
آیت ۶ تا ۱۰ مع خلاصۂ تفسیر	۳۵۶
زنا کے متعلقات میں چوتھا حکم، لعان	۳۵۷
لعان کے بعد بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے	۳۶۱
آیت ۱۱ تا ۲۶	۳۶۲
قصۂ افک و بہتان	۳۶۴
حضرت صدیقہ عائشہؓ کے خصوصی فضائل و کمالات اور قصۂ افک کا بقیہ	۳۷۰
حضرت صدیقہؓ کی چند خصوصیات	۳۷۴
ہر مسلمان مرد و عورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے	۳۷۷
ایک ضروری تنبیہ	۳۷۸
ایک شبہ اور اس کا جواب	۳۷۹
انسداد فواحش کا قرآنی نظام اور ایک اہم تدبیر جس کے نظرانداز کرنے کا نتیجہ آجکل فواحش کی کثرت ہے	۳۸۰

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم	۳۸۱
ایک اہم تنبیہ	۳۸۲
آیت ۲۷ تا ۲۹	۳۸۳
استیذان اور آداب ملاقات	″
قرآنی آداب معاشرت کا ایک اہم باب	۳۸۶
ملاقات سے پہلے اجازت لینا	
استیذان کی حکمتیں اور مصالح مہمہ	″
استیذان کا مسنون طریقہ	۳۸۸
تنبیہ ضروری	۳۹۰
استیذان سے متعلق چند دیگر مسائل	۳۹۲
ٹیلیفون سے متعلق بعض مسائل	″
آیت ۳۰ و ۳۱ مع خلاصۂ تفسیر	۳۹۵
انسداد فواحش اور حفاظت عصمت کا ایک اہم باب پردۂ نسواں	۳۹۸
بے ریش لڑکوں کا حکم	۴۰۰
غیر محرم مرد کی طرف دیکھنے کا حکم	″
احکام پردہ سے استثناء	۴۰۱
زیور کی آواز غیر محرموں کو سنانا جائز نہیں	۴۰۶
عورت کی آواز کا مسئلہ	″
خوشبو لگا کر باہر نکلنا	″
مزین برقع پہن کر نکلنا بھی ناجائز ہے	″
آیت ۳۲ مع خلاصۂ تفسیر	۴۰۷
بعض احکام نکاح	۴۰۸
نکاح واجب ہے یا سنت یا مختلف حالات میں مختلف حکم ہے	۴۰۹
آیت ۳۳ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۴۱۳
فن معاشیات کا ایک اہم مسئلہ اور اسکے بارے میں قرآنی فیصلہ	۴۱۵
آیت ۳۴ تا ۴۰ مع خلاصۂ تفسیر	۴۱۷
نور کی تعریف	۴۲۲
نورِ مومن، مثل نورہ کمشکوٰۃ	″
نورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۴۲۴
روغنِ زیتون کی برکات	″
مساجد اللہ کے گھر ہیں ان کی تعظیم واجب ہے	۴۲۵
رفع مساجد کے معنی	۴۲۶
بعض فضائل مساجد	۴۲۷
مساجد کے پندرہ آداب	۴۲۸
جو مکانات ذکر اللہ، تعلیم قرآن اور تعلیم دین کیلئے مخصوص ہوں وہ بھی مساجد کے حکم میں ہیں۔	۴۲۹

اذن اور شان ترفع میں لفظ اذن کی خاص حکمت	۴۲۹
مومنین کی خاص صفات	″
صحابۂ کرام اکثر تجارت پیشہ تھے	۴۳۰
آیات ۴۱ تا ۴۵ مع خلاصۂ تفسیر	۴۳۱
آیات ۴۶ تا ۵۴ مع خلاصۂ تفسیر	۴۳۴
فوز و فلاح کے لئے چار شرطیں	۴۳۷
ایک واقعہ عجیبہ	″
آیت ۵۵ تا ۵۷ مع خلاصۂ تفسیر	۴۳۸
شانِ نزول	۴۳۹
آیت مذکورہ سے خلفائے راشدین کی خلافت اور مقبولیت عند اللہ کا ثبوت	۴۴۱
آیت ۵۸ تا ۶۰ مع خلاصۂ تفسیر	۴۴۲
اقارب محارم کیلئے خاص اوقات میں استیذان کا حکم	۴۴۳
استیذان کے متعلق کچھ مسائل	۴۴۵
قرآن نے پاکیزہ معاشرت کی تعلیم دی ہے	۴۴۷
عورتوں کے احکام پردہ کی تاکید اور اس میں سے ایک اور استثناء	″
آیت ۶۱ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۴۴۸
گھروں میں داخل ہونے کے بعد بعض احکام اور آداب معاشرت	۴۴۹
آیت کے شانِ نزول میں چند واقعات	۴۵۰
اسی سلسلہ کے چند مسائل	۴۵۱
آیت ۶۲ تا ۶۴ مع خلاصۂ تفسیر	۴۵۲
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے اور عام معاشرت کے بعض آداب و احکام	۴۵۴
ایک سوال و جواب	″
امر جامع سے کیا مراد ہے؟	″
یہ حکم آنحضرتؐ کی مجلس کیساتھ خاص ہے یا عام؟	″
دوسرا حکم لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ	۴۵۵
ختم سورت	″
سورۂ فرقان ۱۹	
آیت ۱ تا ۳ مع خلاصۂ تفسیر	۴۵۶
خصوصیات سورت	۴۵۷
مخلوقات میں ہر ایک چیز میں خاص خاص حکمتیں	″

آیت ۴ تا ۹ مع خلاصۂ تفسیر	۴۵۸
مشرکین کے کچھ اعتراضات اور ان کا جواب	۴۶۰
آیت ۱۰ تا ۲۰ مع خلاصۂ تفسیر	۴۶۱
مخلوق میں معاشی مساوات کا نہ ہونا حکمت پر مبنی ہے۔	۴۶۶
پ ۱۹	
آیت ۲۱ تا ۲۲ مع خلاصۂ تفسیر	″
آیت ۲۳ تا ۳۱ مع خلاصۂ تفسیر	۴۶۸
غلط کار اور بے دین دوستوں کی دوستی قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث ہوگی۔	۴۷۰
قرآن کو عملاً ترک کرنا بھی گناہ عظیم اور ہجور کا مصداق ہے	۴۷۱
آیت ۳۲ تا ۳۶ مع خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل	۴۷۲
آیت ۳۷ تا ۴۴ مع خلاصۂ تفسیر	۴۷۴
معارف و مسائل	۴۷۶
اصحاب الرس	″
خلافِ شرع خواہشات کی پیروی ایک قسم کی بت پرستی ہے	″
آیت ۴۵ تا ۶۲ مع خلاصۂ تفسیر	″
قدرت خداوندی کا عجیب کرشمہ تلخ اور شیریں پانی کا بغیر خلط ملط کے ساتھ ساتھ بہنا	۴۷۹
مخلوقات الٰہیہ میں اسباب و مسببات کا رشتہ اور ان سب کا قدرت حق کا تابع ہونا	۴۸۱
رات میں نیند اور دن میں کام کی تخصیصات بھی بڑی حکمت پر مبنی ہیں۔	۴۸۳
جہاد بالقرآن یعنی قرآن کی دعوت کو پھیلانا جہاد کبیر ہے۔	۴۸۵
ستارے اور سیارے آسمانوں کے اندر ہیں یا باہر، قدیم و جدید علم ہیئت کے نظریات اور قرآن پاک کے ارشادات	۴۸۸
حقائق کونیہ اور قرآن	۴۸۹
تفسیر قرآن میں فلسفی نظریات کی موافقت یا مخالفت کا صحیح معیار	۴۹۱
امریکی خلانورد سیاح گلین کا خلائی سفر کے بعد انکشاف	۴۹۲
ان خلائی تحقیقات نے انسان اور انسانیت کو کیا دیا!	۴۹۵
عباد الرحمٰن، آیت ۶۳ تا ۶۸	۴۹۷
اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی مخصوص صفات و علامات	۵۰۲
پہلا وصف، عبدیت	″
دوسری صفت، یمشون علی الارض ہونا	″
تیسری صفت، واذا خاطبہم الجاہلون الآیہ	۵۰۳

چوتھی صفت، والذین یبیتون لربہم	۵۰۳
پانچویں صفت، والذین یقولون ربنا اصرف عنا	۵۰۴
چھٹی صفت، والذین اذا انفقوا الآیۃ	″
ساتویں صفت، والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر	۵۰۵
آٹھویں اور نویں صفت، لا یقتلون النفس	″
دسویں صفت، والذین لا یشہدون الزور	۵۰۷
گیارہویں صفت، واذا مروا باللغو مروا کراما	″
بارہویں صفت، والذین اذا ذکروا	۵۰۸
احکام دین کا صرف مطالعہ کافی نہیں	″
تیرہویں صفت، والذین یقولون ربنا ھب لنا الخ	۵۰۹
ختم سورۂ فرقان	۵۱۰
سورۃ الشعراء ۱۹	
آیت ۱ تا ۹ مع خلاصۂ تفسیر	۵۱۱
معارف و مسائل	۵۱۲
آیت ۱۰ تا ۳۳ مع خلاصۂ تفسیر	۵۱۳
اطاعت کیلئے معاون اسباب کی طلب بہانہ جوئی نہیں	۵۱۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں لفظ ضلال کا مفہوم	″
خدائے ذو الجلال کی ذات و حقیقت کا علم انسان کے لئے ناممکن ہے۔	″
پیغمبرانہ مناظرہ کا ایک نمونہ، مناظرے کے مؤثر آداب	۵۱۸
آیت ۳۴ تا ۵۱	۵۱۹
القوا ما انتم ملقون پر ایک شبہ اور اس کا جواب	۵۲۲
آیت ۵۲ تا ۶۸ مع خلاصۂ تفسیر	۵۲۳
آیت ۶۹ تا ۱۰۴ مع خلاصۂ تفسیر	۵۲۶
قیامت تک انسانوں میں ذکر خیر رکھنے کی دعاء	۵۲۹
حُبِّ جاہ مذموم، مگر چند شرائط کے ساتھ جائز ہے	″
مشرکین کیلئے دعائے مغفرت جائز نہیں	۵۳۰
حضرت ابراہیمؑ کے استغفار پر شبہ اور اس کا جواب	۵۳۱
مال اولاد اور خاندانی تعلقات آخرت میں بھی بشرط ایمان نفع پہنچا سکتے ہیں۔	۵۳۲
آیت ۱۰۵ تا ۱۲۲ مع خلاصۂ تفسیر	۵۳۳
طاعات پر اجرت لینے کا حکم	۵۳۴
شرافت و رذالت اعمال و اخلاق پر ہے نہ کہ خاندان اور مال و جاہ و حشم سے	۵۳۵

آیت ۱۲۳ تا ۱۳۵	۵۳۵
آیت ۱۳۶ تا ۱۴۰ مع خلاصۂ تفسیر	۵۳۶
بلاضرورت عمارت بنانا مذموم ہے	۵۳۷
آیت ۱۴۱ تا ۱۵۹ مع خلاصۂ تفسیر	〃
قوم ثمود کا پیغمبروں کی تکذیب کرنا	۵۳۹
وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ	۵۴۰
مفید پیشے خدائی انعامات ہیں بشرطیکہ اُن کو بُرے کاموں میں استعمال نہ کریں	〃
آیت ۱۶۰ تا ۱۷۱	〃
آیت ۱۷۲ تا ۱۷۵ مع خلاصۂ تفسیر	۵۴۱
قوم لوط کا پیغمبروں کی تکذیب کا واقعہ	〃
غیر فطری فعل اپنی بیوی سے بھی حرام ہے	۵۴۲
آیت ۱۷۶ تا ۱۸۲	〃
آیت ۱۸۳ تا ۱۹۱ مع خلاصۂ تفسیر	۵۴۳
اصحاب الایکہ نے پیغمبروں کو جھٹلایا	〃
خدا کا مجرم اپنے پاؤں چل کر آتا ہے	۵۴۴
آیت ۱۹۲ تا ۲۱۴	۵۴۵
آیت ۲۱۵ تا ۲۲۷ مع خلاصۂ تفسیر	۵۴۶
یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔	〃
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ	۵۵۱
قرآن اس کے الفاظ و معانی کے مجموعہ کا نام ہے	〃
نماز میں ترجمہ قرآن پڑھنا باجماع امت ناجائز ہے۔	۵۵۲
قرآن کے اردو ترجمہ کو اردو قرآن کہنا جائز نہیں	〃
وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ	〃
شعر کی تعریف	۵۵۳
شریعت اسلام میں شعر و شاعری کا درجہ	۵۵۴
خدا اور آخرت سے غافل کر دینے والا ہر علم اور فن مذموم ہے	۵۵۵
اکثر اتباع کرنے والوں کی گمراہی متبوع کی گمراہی کی علامت ہوتی ہے۔	〃
ختم سورت	۵۵۶

سُوْرَۃُ النَّمْل پ ۱۹

آیت ۱ تا ۶ مع خلاصۂ تفسیر	۵۵۷
آیت ۷ تا ۹	۵۵۸
آیت ۱۰ تا ۱۴ مع خلاصۂ تفسیر	۵۵۹
اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا	۵۶۰
اسباب طبعیہ کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں	〃
بیوی کے ذکر میں کنایہ سے کام لینا بہتر ہے	۵۶۱
فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ	〃
آگ کے اندر سے ایک ندا سننے کی تحقیق	〃
حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ کی ایک روایت	۵۶۲
اور اس کی تحقیق	〃
آیت ۱۵ تا ۱۹ مع خلاصۂ تفسیر	۵۶۴
انبیاءؑ میں مال کی وراثت نہیں ہوتی	۵۶۶
اپنے لئے جمع کا صیغہ بولنا جائز ہے بشرطیکہ تکبر مقصود نہ ہو	〃
فائدہ	〃
عمل صالح اور مقبول ہونے کے باوجود جنت میں داخل ہونا بغیر فضل خداوندی کے نہیں ہوگا	۵۶۷
آیت ۲۰ تا ۲۸	۵۶۸
ہُدہُد کی غیر حاضری کا قصہ	۵۶۹
ماتحتوں کی خبرگیری ضروری ہے	۵۷۰
اپنے نفس کا محاسبہ	〃
طیور میں ہُدہُد کی تخصیص کی وجہ اور ایک اہم عبرت	۵۷۱
جو جانور کام میں سستی کرے معتدل سزا دینا جائز ہے	〃
انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے	۵۷۲
کیا چھوٹے آدمی کو یہ حق ہے کہ اپنے بڑوں سے کہے کہ مجھے آپ سے زیادہ علم ہے؟	〃
کیا انسان کا نکاح جنی عورت سے ہو سکتا ہے؟	〃
عورت کی امارت کا مسئلہ	۵۷۳
خط اور تحریر بھی عام معاملات میں حجت شرعیہ ہے	۵۷۴
مشرکین کو خط لکھنے کا حکم	〃
انسانی اخلاق کی رعایت ہر مجلس میں چاہئے خواہ وہ مجلس کفار ہی کی ہو	〃
آیت ۲۹ تا ۳۲	〃
آیت ۳۳ تا ۳۷ مع خلاصۂ تفسیر	۵۷۵
سلیمان علیہ السلام کا ہُدہُد سے گفتگو کرنا	〃
حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط کس زبان میں تھا؟	۵۷۷
خطوط نویسی کے چند آداب	〃

کاتب اپنا نام پہلے لکھے پھر مکتوب الیہ کا	۵۷۷
خط کا جواب دینا بھی سنت انبیاء ہے۔	۵۷۸
خطوط میں بسم اللہ لکھنا	〃
ایسی تحریر جس میں کوئی آیت قرآنی لکھی ہو کیا کسی کافر مشرک کے ہاتھ میں دینا جائز ہے؟	۵۷۹
خط مختصر جامع بلیغ اور مؤثر انداز میں لکھنا چاہئے	〃
اہم امور میں مشورہ اور اس کے فوائد	〃
مکتوب سلیمانی کے جواب میں ملکہ بلقیس کا ردِ عمل	۵۸۰
بلقیس کے قاصدوں کی دربار سلیمانی میں حاضری	〃
حضرت سلیمانؑ کی طرف سے ہدیۂ بلقیس کی واپسی	۵۸۱
کافر کا ہدیہ قبول کرنے کا مسئلہ	〃
آیات ۳۸ تا ۴۱	۵۸۲
ملکۂ بلقیس کے قاصدوں کا ہدایا واپس لے جانا	۵۸۳
بلقیس کی حاضری دربار سلیمانی میں	۵۸۴
معجزہ و کرامت میں فرق	۵۸۵
تخت بلقیس کا واقعہ کرامت تھی یا تصرف	۵۸۶
آیت ۴۲ تا ۴۴	〃
ملکۂ بلقیس کا شاہانہ استقبال کی تیاری	۵۸۷
کیا بلقیس حضرت سلیمانؑ کے نکاح میں آگئی تھیں	۵۸۸
آیت ۴۵ تا ۴۸	〃
آیت ۴۹ تا ۵۳ مع خلاصۂ تفسیر	۵۸۹
آیت ۵۴ تا ۵۹	۵۹۱
پ ۲۰ آیت ۶۰ تا ۶۴	۵۹۳
مضطر کی دعا اخلاص کی بناء پر ضرور قبول ہوتی ہے	۵۹۵
آیت ۶۵ تا ۷۳	۵۹۶
آیت ۷۴ و ۷۵ مع خلاصۂ تفسیر	۵۹۷
ربط آیات	〃
آیت ۷۶ تا ۷۹ مع خلاصۂ تفسیر	۶۰۰
آیت ۸۰ و ۸۱ مع خلاصۂ تفسیر	۶۰۱
مسئلہ سماع اموات	۶۰۲
آیت ۸۲ مع خلاصۂ تفسیر معارف و مسائل	۶۰۴
دابۃ الارض کیا ہے اور کہاں اور کب نکلے گا؟	〃
آیت ۸۳ تا ۹۰	۶۰۶
امم سابقہ میں سے ایک ایک گروہ کا حساب کیلئے جمع کیا جانا	۶۰۷
نفخۂ اولیٰ، ثانیہ اور ثالثہ کی تشریح	۶۰۸
آیت ۹۱ تا ۹۳ مع خلاصۂ تفسیر	۶۱۲

سُوْرَۃُ الْقَصَص پ ۲۰

آیت ۱ تا ۱۳ مع خلاصۂ تفسیر	۶۱۳
سورۂ قصص مکی سورتوں میں سب سے آخری سورت ہے	۶۱۷
آیت ۱۴ تا ۲۱ مع خلاصۂ تفسیر	۶۱۹
آیت ۲۲ تا ۲۸ مع خلاصۂ تفسیر	۶۲۵
وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ	۶۲۸
ملازمت کے معیاری اوصاف	۶۳۰
آیت ۲۹ تا ۳۵ مع خلاصۂ تفسیر	۶۳۲
نیک عمل سے جگہ بھی متبرک ہو جاتی ہے	۶۳۴
وعظ میں اچھی خطابت اور فصاحت مطلوب ہے	۶۳۵
آیت ۳۶ تا ۴۲	〃
آیت ۴۳ تا ۵۱	۶۳۷
بصائر للناس کی تحقیق	۶۴۲
تبلیغ و دعوت کے بعض آداب	۶۴۳
آیت ۵۲ تا ۵۵	〃
لفظ مسلمین امت محمدیہ کا مخصوص لقب ہے یا تمام امتوں کے لئے عام ہے؟	۶۴۵
دو اہم ہدایتیں	۶۴۷
آیت ۵۶ مع خلاصۂ تفسیر معارف و مسائل	۶۴۸
ہدایت کئی معنوں میں مستعمل ہے	〃
آیت ۵۷ تا ۶۰ مع خلاصۂ تفسیر	۶۴۹
حرم مکہ میں ہر چیز کے ثمرات کا جمع ہونا خاص آیات قدرت میں سے ہے۔	۶۵۱
حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا	۶۵۳
احکام و قوانین میں قصبات و دیہات شہروں کے تابع ہوتے ہیں۔	〃
عقلمند کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ دنیا کے دھندوں میں زیادہ منہمک نہ ہو۔	۶۵۴
آیت ۶۱ تا ۶۷ مع خلاصۂ تفسیر	۶۵۴
آیت ۶۸ تا ۷۳ مع خلاصۂ تفسیر	۶۵۷
وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ	۶۵۸
ایک چیز کو دوسری چیز پر ایک شخص کو دوسرے پر فضیلت کا معیار صحیح اختیار خداوندی ہے۔	۶۵۹

آیت ۴۳، ۵۵، مع خلاصۂ تفسیر	۶۶۰
آیت ۷۶ تا ۸۲ مع خلاصۂ تفسیر	۶۶۱
قارون کو اس کا مال و متاع کچھ کام نہ آیا	۶۶۴
آیت ۸۳ و ۸۴ مع خلاصۂ تفسیر	۶۶۷
آیت ۸۵ تا ۸۸ مع خلاصۂ تفسیر	۶۶۸
قرآن دشمنوں پر فتح اور مقاصد میں کامیابی کا ذریعہ	۶۷۱
سورۂ عنکبوت پ ۲۰	
آیت ۱ تا ۷	۶۷۲
اہل ایمان خصوصاً انبیاء و صلحاء کی دنیا میں آزمائش	۶۷۴
ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم	۶۷۶
گناہ کی دعوت دینے والا بھی گناہگار ہے	۶۷۹
بعض اعمال کی جزاء دنیا میں بھی مل جاتی ہے	۶۸۶
لوط علیہ السلام کی نبوت	۶۸۹
شعیب علیہ السلام کی نبوت	۶۹۳
اللہ کے نزدیک عالم کون ہے!	۶۹۴
اصلاح خلق کا مختصر جامع نسخہ	۶۹۶
نماز کا تمام گناہوں سے روکنے کا مطلب	"
ایک شبہ کا جواب	۶۹۷
کیا اس آیت میں موجودہ توریت انجیل کی تصدیق ہے؟	۷۰۳
موجودہ توریت و انجیل کی نہ تصدیق کیجئے نہ تکذیب	"
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا آپ کی بڑی فضیلت اور بڑا معجزہ ہے	۷۰۴
ہجرت کے احکام اور شبہات کا ازالہ	۷۰۸
ہجرت کب فرض یا واجب ہوتی ہے؟	۷۱۰
چند مسائل ہجرت	۷۱۱
آیت ۶۴ تا ۶۹	۷۱۲
علم پر عمل کرنے سے علم میں زیادتی ہوتی ہے	۷۱۶
سورۂ روم پ ۲۱	
قصۂ نزول سورت روم اور فارس کی جنگ	۷۱۹
قمار اور شرط لگانے کا حکم	۷۲۱
دنیا کے فنون معاش اگر آخرت سے غفلت کے ساتھ حاصل ہوں تو وہ کوئی دانشمندی نہیں	۷۲۴
فائدۂ عظیمہ	۷۳۰
آیت ۲۰ تا ۲۷	۷۳۱
روم و فارس کی جنگ کے واقعہ کے بعد عبرت	۷۳۳
قدرت کی دو آیتیں	۷۳۴
ازدواجی زندگی کا مقصد سکون ہے، جس کے لئے باہمی الفت ضروری ہے	۷۳۵
تیسری آیت قدرت	۷۳۶
چوتھی آیت قدرت	۷۳۷
سونا اور تلاش معاش زہد و توکل کے منافی نہیں	"
پانچویں اور چھٹی آیت قدرت	۷۳۸
دین اسلام کا مقتضائے فطرت ہونا	۷۴۵
فطرت سے کیا مراد ہے!	"
لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ	۷۴۷
اہل باطل کی صحبت اور غلط ماحول سے الگ رہنا فرض ہے	۷۴۸
دنیا میں بڑی بڑی آفتیں اور مصائب انسانوں کے گناہوں کے سبب آتے ہیں	۷۵۳
مصائب کے وقت ابتلاء و امتحان یا سزاء و عذاب میں فرق	۷۵۷
آیت ۴۱ تا ۵۳	"
آیت ۵۴ تا ۶۰	۷۶۲
منکرین قیامت کے شبہات کا ازالہ	۷۶۵
کیا محشر میں اللہ کے سامنے کوئی جھوٹ بول سکے گا؟	۷۶۷
قبر میں کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا	۷۶۸

تمت

سورۂ مریم

سُوْرَةُ مَرْيَمَ

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى

یہ مذکور ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ زکریا پر جب پکارا اُس نے

رَبَّهٗ نِدَاۤءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ

اپنے رب کو چھپی آواز سے بولا اے میرے رب بوڑھی ہوگئیں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا

الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَاۤىِٕكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّيْ

سر سے بڑھاپے کا اور تجھ سے مانگ کر اے رب میں کبھی محروم نہیں رہا اور میں

خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۤءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ

ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو

لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اُٹھانیوالا جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی،

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ

اور کر اُس کو اے رب من مانتا اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جسکا نام ہے

يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ

یحییٰ نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجھ کو

لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ

لڑکا اور میری عورت بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوگیا یہاں تک کہ

عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ

اکڑ گیا کہا یونہی ہوگا فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور تجھ کو پیدا کیا میں نے

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ۭ قَالَ

پہلے سے اور نہ تھا تو کوئی چیز بولا اے رب ٹھہرادے میرے لئے کوئی نشانی فرمایا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰى

تیری نشانی یہ کہ بات نہ کرے تو لوگوں سے تین رات تک صحیح تندرست پھر نکلا اپنے لوگوں

قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿١١﴾

کے پاس حجرہ سے تو اشارہ سے کہا اُن کو کہ یاد کرو صبح اور شام

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّ

اے یحییٰ اُٹھالے کتاب زور سے اور دیا ہم نے اس کو حکم کرنا لڑکا پن میں اور

حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ

شوق دیا اپنی طرف سے اور ستھرائی اور تھا پرہیزگار اور نیکی کرنیوالا اپنے ماں باپ سے اور

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ

نہ تھا زبردست خود سر اور سلام ہے اُس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾

اور جس دن اُٹھ کھڑا ہو زندہ ہوکر

خلاصۂ تفسیر

كٓهٰيٰعٓصٓ ○ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ جو آئندہ قصہ آتا ہے) تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے (مقبول) بندہ (حضرت) زکریا (علیہ السلام کے حال) پر جبکہ اُنھوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں یہ) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہوگئیں اور (میرے) سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی (یعنی تمام بال سفید ہوگئے اور اس حالت کا مقتضا یہ ہے کہ میں اس حالت میں اولاد کی درخواست نہ کروں مگر چونکہ آپ کی قدرت و رحمت بڑی کامل ہے) اور (میں اس قدرت و رحمت کے ظہور کا خوگر ہمیشہ رہا ہوں چنانچہ

اس کے قبل کبھی) آپ سے (کوئی چیز) مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں (کہ اس بنا پر بعید سے بعید مقصود بھی طلب کرنا مضائقہ نہیں) اور (اس طلب کا مرجح یہ امر خاص ہو گیا ہے کہ) میں اپنے (مرنے کے) بعد (اپنے) رشتہ داروں (کی طرف) سے (یہ) اندیشہ رکھتا ہوں (کہ میری مرضی کے موافق شریعت اور دین کی خدمت نہ بجا لاویں گے۔ یہ امر مرجح ہے طلب اولاد کے لئے جس میں خاص خاص اوصاف پائے جاویں جن کو توقع خدمت دین میں دخل ہو) اور (چونکہ میری پیرانہ سالی کے ساتھ) میری بیوی (بھی) بانجھ ہے جس کے کبھی باوجود صحت مزاج کے اولاد ہی نہیں ہوئی اسلئے اسباب عادیہ اولاد ہونے کے بھی مفقود ہیں) سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے (یعنی بلا توسط اسباب عادیہ کے) ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دیدیجئے کہ وہ (میرے علوم خاصہ میں) میرا وارث بنے اور (میرے جد) یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان (کے علوم متوارثہ میں اُن) کا وارث بنے (یعنی علوم سابقہ ولاحقہ اُس کو حاصل ہوں) اور (بوجہ باعمل ہونے کے) اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ (و مقبول) بنائیے (یعنی عالم بھی ہو اور عامل بھی ہو۔ حق تعالیٰ کا بواسطہ ملائکہ کے ارشاد ہوا کہ) اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جسکا نام یحییٰ ہوگا کہ اسکے قبل (خاص اوصاف میں) ہم نے کسی کو اسکا ہم صفت نہ بنایا ہوگا (یعنی جس علم وعمل کی تم دُعا کرتے ہو وہ تو اس فرزند کو ضرور ہی عطا کریں گے اور مزید برآں کچھ اوصاف خاصہ بھی عنایت کئے جاویں گے مثلاً خشیت الٰہیہ سے خاص درجہ کی رقت قلب وغیرہ۔ چونکہ اس اجابت دُعا میں کوئی خاص کیفیت حصول ولد کی بتلائی نہ گئی تھی اس لئے اس کے استفسار کیلئے) زکریا (علیہ السلام) نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طرح پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں (پس معلوم نہیں کہ ہم جوان ہونگے یا مجھ کو دوسرا نکاح کرنا ہوگا یا بحالت موجودہ اولاد ہوگی) ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یوں ہی رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا) تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور (یہ کیا اس سے بڑا کام کر چکا ہوں مثلاً) میں نے تم کو (ہی) پیدا کیا ہے حالانکہ (پیدائش کے قبل) تم کچھ بھی نہ تھے (اسی طرح خود اسباب عادیہ بھی کوئی چیز نہ تھے جب معدوم کو موجود کرنا آسان ہے تو ایک موجود سے دوسرا موجود کر دینا کیا مشکل ہے یہ سب ارشاد تقویت رجا کے لئے تھا نہ کہ دفع شبہ کے لئے، کیونکہ زکریا علیہ السلام کو کوئی شبہ نہ تھا جب) زکریا (علیہ السلام کو قوی اُمید ہو گئی تو اُنھوں) نے عرض کیا کہ اے میرے رب (وعدہ پر تو اطمینان ہو گیا اب اس وعدہ کے قریب وقوع یعنی حمل کی بھی) کوئی علامت میرے لئے مقرر فرما دیجئے (تاکہ زیادہ شکر کروں اور خود وقوع تو محسوسات ظاہرہ ہی میں سے ہے) ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (اور تین دن تک) آدمیوں سے بات (چیت) نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہوگے (کوئی بیماری وغیرہ

نہ ہوگی اور اسی وجہ سے ذکر اللہ کے ساتھ تکلم پر قدرت رہے گی چنانچہ باذن اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام کی بیوی حاملہ ہوئیں اور حسب اخبار الٰہی زکریا علیہ السلام کی زبان بستہ ہو گئی) پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور اُن کو اشارہ سے فرمایا (کیونکہ زبان سے تو بول نہ سکتے تھے) کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔ (یہ تسبیح اور امر بالتسبیح یا تو حسب معمول تھا ہمیشہ تذکیراً زبان سے کہتے تھے آج اشارہ سے کہا یا اس نعمت جدیدہ کے شکر میں خود بھی تسبیح کی کثرت فرمائی اور اوروں کو بھی اسی طور پر امر فرمایا غرض پھر یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچے تو اُن کو حکم ہوا کہ) اے یحییٰ کتاب کو (یعنی توریت کو کہ اسوقت وہی کتاب شریعت تھی اور انجیل کا نزول بعد میں ہوا) مضبوط ہو کر لو (یعنی خاص کوشش کے ساتھ عمل کرو) اور ہم نے ان کو (انکے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب (کی صفت) اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی (حکم میں علم کی طرف اور حنان اور زکوٰۃ میں اخلاق کی طرف اشارہ ہوگیا) اور (آگے اعمال ظاہرہ کیطرف اشارہ فرمایا کہ) وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے (اسمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف اشارہ ہوگیا) اور وہ (خلق کے ساتھ) سرکشی کرنیوالے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور (عند اللہ ایسے وجیہ اور مکرم تھے کہ اُنکے حق میں منجانب اللہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ) ان کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اُٹھائے جاویں گے۔

معارف و مسائل

سورہ کہف کے بعد سورہ مریم شاید اس مناسبت سے رکھی گئی کہ جیسے سورہ کہف بہت سے واقعات عجیبہ پر مشتمل تھی اسی طرح سورہ مریم بھی ایسے واقعات غریبہ پر مشتمل ہے (روح المعانی)

كٓهٰيٰعٓصٓ حروف مقطعہ اور متشابہات میں سے ہے جسکا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے بندوں کے لئے اس کی تفتیش بھی اچھی نہیں۔ نِدَآءً خَفِيًّا، اس سے معلوم ہوا کہ دُعاء کا آہستہ اور خفیہ کرنا افضل ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ خَيْرَ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرَ الرِّزْقِ مَا يَكْفِي، یعنی بہترین ذکر خفی (آہستہ) ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے (ضرورت سے نہ گھٹے نہ بڑھے) (قرطبی)

اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا، کمزوری ہڈیوں کی ذکر فرمائی کیونکہ ہڈی ہی عمود بدن ہیں، جب ہڈی ہی کمزور ہو جائے تو سارے بدن کی کمزوری ہے۔ اشتعال کے لفظی معنی بھڑک اُٹھنے کے ہیں اس جگہ بالوں کی سفیدی کو آگ کی روشنی سے تشبیہ دیکر اسکا پورے سر پر پھیل جانا مقصود ہے۔

دُعا میں اپنی حاجتمندی کا اظہار مستحب ہے

اس جگہ دُعاء سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے

ضعف و کمزوری کا ذکر کیا، اس کی ایک وجہ تو وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ان حالات کا مقتضا یہ تھا کہ اولاد کی خواہش نہ کروں۔ ایک دوسری وجہ امام قرطبی نے تفسیر میں یہ بھی بیان فرمائی کہ دُعا مانگنے کے وقت اپنے ضعف و بدحالی اور حاجتمندی کا ذکر کرنا قبولیتِ دُعاء کے لئے اقرب ہے، اسی لئے علماء نے فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ دُعاء کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی حاجتمندی کا ذکر کرے۔

مَوَالِیَ، مولیٰ کی جمع ہے۔ عربی زبان میں یہ لفظ بہت سے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اُن میں سے ایک معنی چچا زاد بھائی اور اپنے عصبات کے بھی آتے ہیں اس جگہ وہی مُراد ہے۔

انبیاء کے مال میں وراثت نہیں چلتی۔ یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ، باتفاق جمہور علماء اس جگہ وراثت سے وراثتِ مالی مراد نہیں، کیونکہ اوّل تو حضرت زکریا کے پاس کوئی بڑی دولت ہونا ثابت نہیں جس کی فکر ہو کہ اسکا وارث کون ہوگا اور ایک پیغمبر کی شان سے بھی ایسی فکر کرنا بعید ہے اس کے علاوہ صحیح حدیث جس پر صحابۂ کرام کا اجماع ثابت ہے اُسمیں ہے

ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھمًا انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ والترمذی	بیشک علماء وارث ہیں انبیاء کے کیونکہ انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ اُن کی وراثت علم ہوتا ہے جس نے علم حاصل کرلیا اُس نے بڑی دولت حاصل کرلی۔

یہ حدیث کتبِ شیعہ کافی، کلینی وغیرہ میں بھی موجود ہے، اور صحیح بخاری میں حضرت صدیقہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا نورث وما ترکنا صدقۃ	ہم انبیاء کی مالی وراثت کسی کو نہیں ملتی ہم جو مال چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔

اور خود اس آیت میں یَرِثُنِیْ کے بعد وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا اضافہ اسکی دلیل ہے کہ وراثت مالی مُراد نہیں کیونکہ جس لڑکے کی پیدائش کی دُعا کی جارہی ہے اسکا آلِ یعقوب کے لئے مالی وارث بننا بظاہر حال ممکن نہیں۔ کیونکہ آلِ یعقوب کے وارث اُن کے عصبات قریبہ ہونگے اور وہ وہی مَوَالِیَ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا وہ بلاشبہ قرابت و عصوبت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اقرب ہیں اقرب کے ہوتے ہوئے عصبہ بعید کو وراثت ملنا اُصولِ وراثت کے خلاف ہے۔

روح المعانی میں کتبِ شیعہ سے یہ بھی نقل کیا ہے:

روی الکلینی فی الکافی عن ابی البختری عن ابی عبداللہ قال ان سلیمان ورث داؤد وان محمدًا صلے اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان	سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی مالی وراثت ملنے کا کوئی احتمال ہی نہیں، مراد اس سے علوم نبوت کی وراثت ہے اس سے معلوم ہوا کہ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ میں بھی وراثت مالی مراد نہیں۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا، لفظ سمیؔ کے معنے ہمنام کے بھی آتے ہیں، اور مثل و مشابہ کے بھی، اس جگہ اگر پہلے معنے مراد لئے جاویں تو مطلب واضح ہے کہ ان سے پہلے یحییٰ نام کسی شخص کا نہیں ہوا تھا۔ یہ نام کی یکتائی اور امتیاز بھی بعض خاص صفات میں اُنکی یکتائی کیطرف مشیر تھی اسلئے اس کو ان کی صفتِ خاص میں ذکر کیا گیا اور اگر دوسرے معنے مراد لئے جاویں تو مطلب یہ ہوگا کہ بعض خاص صفات اور حالات اُن کے ایسے ہیں جو پچھلے انبیاء میں کسی میں نہ تھے اُن صفاتِ خاصہ میں وہ بے مثل تھے۔ مثلاً اُن کا حَصُوْر ہونا وغیرہ اسلئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یحییٰ علیہ السلام پچھلے سارے انبیاء سے مطلقاً افضل ہوں کیونکہ اُن میں حضرت خلیل اللہ اور حضرت کلیم اللہ کا اُن سے افضل ہونا مسلّم و معروف ہے۔ (مظہری)

عِتِیًّا، عتو سے مشتق ہے جس کے اصلی معنے تاثر قبول نہ کرنا ہے مراد اس سے ہڈیوں کا خشک ہوجانا ہے۔

سَوِیًّا، کے معنے تندرست کے ہیں یہ لفظ اس لئے بڑھایا گیا کہ زکریا علیہ السلام پر اس حالت کا طاری ہونا کہ کسی انسان سے بات نہ کرسکیں کسی بیماری کی وجہ سے نہیں تھا اور اسی وجہ سے ذکر اللہ اور عبادت میں اُنکی زبان ان تینوں دنوں میں برابر کھلی ہوئی تھی بلکہ یہ حالت بطور معجزہ اور علامتِ حمل کے اُن پر طاری کی گئی تھی۔ حَنَانًا، اس لفظ کے لغوی معنے رقتِ قلب اور رحمت و شفقت کے ہیں جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو امتیازی طور پر دی گئی تھی۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا

اور مذکور کر کتاب میں مریم کا　جب جُدا ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان

شَرْقِیًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۣ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا

میں　پھر پکڑلیا اُن سے درے ایک پردہ　پھر بھیجا ہم نے اسکے پاس

رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ

اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اُس کے آگے آدمی پورا　بولی مجھ کو　رحمٰن کی

بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ

پناہ　تجھ سے اگر ہے تو ڈر رکھنے والا　بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں　تیرے

رَبِّكِ ڰ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ

رب کا　کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا　بولی کہاں سے　ہوگا　میرے

غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝٢٠ قَالَ كَذٰلِكِ

لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار کبھی نہیں تھی بولا یونہی ہے

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً

فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور مہربانی اپنی

مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۝٢١

طرف سے، اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا

خلاصۂ تفسیر

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب (یعنی قرآن کے اس خاص حصہ یعنی سورت) میں (حضرت مریم (علیہا السلام) کا قصہ بھی ذکر کیجئے (کہ وہ زکریا علیہ السلام کے قصۂ مذکورہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے اور وہ اس وقت واقع ہوا) جب کہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہو کر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کے لئے) گئیں پھر ان (گھر والے) لوگوں کے سامنے سے انہوں نے (درمیان میں) پردہ ڈال لیا (تاکہ اس کی آڑ میں غسل کر سکیں) پس (اس حالت میں) ہم نے اپنے فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا اور وہ (فرشتہ) ان کے سامنے (ہاتھ پاؤں اور صورت و شکل میں) ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا (چونکہ حضرت مریم نے اس کو انسان سمجھا اسلئے گھبرا کر) کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اپنے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے (تو یہاں سے ہٹ جاویگا) فرشتہ نے کہا کہ میں بشر نہیں کہ تم مجھ سے ڈرتی ہو بلکہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اس لئے آیا ہوں) تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں (یعنی تمہارے منہ میں یا گریبان میں دم کر دوں جس کے اثر سے باذن اللہ حمل رہ جاوے اور لڑکا پیدا ہو) وہ (تعجب سے) کہنے لگیں (نہ کہ انکار سے) کہ میرے لڑکا کس طرح ہو جاویگا حالانکہ (اس کی شرائط عادیہ میں سے مرد کے ساتھ مقاربت ہے اور وہ بالکل مفقود ہے کیونکہ) مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا (یعنی نہ تو نکاح ہوا) اور نہ میں بدکار ہوں، فرشتہ نے کہا کہ (بس بغیر کسی بشر کے چھونے کے) یوں ہی (لڑکا) ہو جاوے گا (اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ) تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات (کہ بغیر اسباب عادیہ کے بچہ پیدا کر دوں) مجھ کو آسان ہے اور (یہ بھی) فرمایا ہے کہ ہم بغیر اسباب عادیہ کے اس خاص طور پر اس لئے پیدا کریں گے تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی (قدرت کی) بنادیں اور (نیز اسکے ذریعہ لوگوں کو ہدایت پانے کے لئے) اس کو باعث رحمت بنا دیں اور یہ (بے باپ کے اس بچہ کا پیدا ہونا) ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہو کر رہے گی)۔

معارف و مسائل

اِنْتَبَذَتْ، نبذ سے مشتق ہے جس کے اصلی معنے دور ڈالنے اور پھینکنے کے ہیں۔ انتباذ کے معنی مجمع سے ہٹ کر دور چلے جانے کے ہوئے۔ مَكَانًا شَرْقِيًّا، یعنی گھر کے اندر مشرقی جانب کے کسی گوشہ میں چلی گئیں۔ ان کا گوشہ میں جانا کس غرض کے لئے تھا اسمیں احتمالات اور اقوال مختلف ہیں بعض نے کہا کہ غسل کرنے کے لئے اس گوشہ میں گئی تھیں۔ بعض نے کہا کہ حسب عادت عبادت الٰہی میں مشغول ہونے کیلئے محراب کی شرقی جانب کے کسی گوشہ کو اختیار کیا تھا۔ قرطبی نے اسی دوسرے احتمال کو احسن قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نصاریٰ نے جو جانب مشرق کو اپنا قبلہ بنایا اور اس جانب کی تعظیم کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے۔

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا، روح سے مراد جمہور کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بطن سے پیدا ہونے والے بشر کی شبیہ ان کے سامنے کر دی۔ مگر پہلا قول راجح ہے بعد کے کلمات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا، فرشتہ کو اس کی اپنی اصلی صورت و ہیئت میں دیکھنا انسان کے لئے آسان نہیں، اس کی ہیبت غالب آجاتی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار حراء میں اور بعد میں پیش آیا۔ اس مصلحت سے جبرئیل امین حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشکل انسانی ظاہر ہوئے۔ جب حضرت مریم نے ایک انسان کو اپنے قریب دیکھا جو پردہ کے اندر آگیا تو خطرہ ہوا کہ اس کا ارادہ برا معلوم ہوتا ہے اس لئے فرمایا:

اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ، (میں اللہ رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں تجھ سے) بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل امین نے یہ کلمہ سنا تو اللہ کے نام کی تعظیم کے لئے کچھ پیچھے ہٹ گئے۔

اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا، یہ کلام ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی ظالم سے مجبور ہو کر فریاد کرے کہ اگر تو مومن ہے تو مجھ پر ظلم نہ کر۔ تیرا ایمان اس ظلم سے روکنے کے لئے کافی ہونا چاہئے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارے لئے مناسب ہے کہ اللہ سے ڈرو، غلط اقدام سے بچو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا استعاذہ کی شرط نہیں بلکہ استعاذہ کے مؤثر ہونے کی شرط برائے ترغیب ہے۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلمہ بطور مبالغہ کے لایا گیا ہے کہ اگر تم متقی بھی ہو تب بھی میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اور اسکے خلاف ہو تو معاملہ ظاہر ہے۔ (مظہری)

لِاَهَبَ لَكِ، اس میں عطاء فرزند کو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طرف اس لئے منسوب کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے بھیجا تھا کہ ان کے گریبان میں پھونک مار دیں۔ یہ پھونک عطاء فرزند کا ذریعہ بن جائے گی، اگرچہ یہ عطاء دراصل فعل الٰہی ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ

پھر پیٹ میں لیا اس کو پھر یکسو ہوئی اسکو لیکر ایک بعید مکان میں، پھر لے آیا اسکو درد زہ

اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

ایک کھجور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں مر چکتی اس سے پہلے اور ہو جاتی

نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ

بھولی بسری پس آواز دی اسکو اسکے نیچے سے کہ غمگین مت ہو کر دیا تیرے

رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ

رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ

تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ

اس سے گریں گی تجھ پر پکی کھجوریں اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ

پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے رحمٰن کا

صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾

روزہ سو بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے

خلاصۂ تفسیر

پھر (اس گفتگو کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اُن کے گریبان میں پھونک مار دی جس سے) اُن کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا، پھر (جب اپنے وقت پر حضرت مریم کو بچّہ کی پیدائش کے آثار محسوس ہوئے تو) اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی دُور جگہ (جنگل پہاڑ میں) الگ چلی گئیں پھر (جب درد شروع ہوا تو) دردِ زہ کی وجہ سے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (کہ اس کے سہارے بیٹھیں اُٹھیں، اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس نہ جلیس، درد سے بے چین، ایسے وقت جو سامانِ راحت و ضرورت کا ہونا چاہیئے وہ ندارد، ادھر بچّہ ہونے پر بدنامی کا خیال، آخر گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں (اس حالت) سے پہلے مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی، پس (اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت) جبرئیل (علیہ السلام پہنچے اور اُن کے احترام کی وجہ سے سامنے نہیں گئے بلکہ جس مقام پر حضرت مریم تھیں اس سے اسفل مقام میں آڑ میں آئے اور

اُنھوں) نے اُن کے (اس) پائیں (مکان) سے ان کو پکارا۔ (جس کو حضرت مریم نے پہچانا کہ یہ کسی فرشتہ کی آواز ہے جو اوّل ظاہر ہوا تھا) کہ تم (بے سروسامانی سے یا خوفِ بدنامی سے) مغموم مت ہو (دیکھو تنگ بے سروسامانی کا تو یہ انتظام ہوا ہے کہ) تمہارے رب نے تمہارے پائیں (مکان) میں ایک نہر پیدا کر دی ہے (جس کے دیکھنے سے اور پانی پینے سے فرحتِ طبعی ہو، نیز حسبِ روایتِ روح اُنکو کچھ وقت پیاس بھی لگی تھی اور حسبِ مسئلہ طبیہ گرم چیزوں کا استعمال قبلِ وضع یا بعدِ وضع مسہلِ ولادت و دافعِ فضلات و مقوی طبیعت بھی ہے اور پانی میں اگر سخونت دگرمی) بھی ہو جیسا بعض چشموں میں مشاہد ہے تو اور زیادہ مزاج کے موافق ہوگا، دنیز کھجور کثیر الغذا، مولدِ خون، مسمّن و مقوی گردہ کمر و مفاصل ہونے کی وجہ سے زچّہ کے لئے سب غذاؤں اور دواؤں سے بہتر ہے اور حرارت کی وجہ سے جو اُس کی مضرت کا احتمال ہے سو اوّل تو رطب میں حرارت کم ہے، دوسرے پانی سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے تیسرے مضرت کا ظہور جب ہوتا ہے کہ عضو میں ضعف ہو ورنہ کوئی چیز بھی کچھ نہ کچھ مضرت سے خالی نہیں ہوتی دنیز خرقِ عادت (کرامت) کا ظہور اللہ کے نزدیک مقبولیت کی علامت ہونے کی وجہ سے موجبِ مسرتِ روحانی بھی ہے) اور اس کھجور کے تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر تر و تازہ کھجوریں جھڑیں گی (کہ اس سے پھل کے کھانے میں لذتِ جسمانی اور بطورِ خرقِ عادت کے پھل کے آنے میں لذتِ روحانی مجتمع ہے) پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو (یعنی بچّہ کے دیکھنے سے اور کھانے پینے سے اور علامتِ قبول عند اللہ ہونے سے خوش رہو) پھر (جب بدنامی کے احتمال کا موقع آوے یعنی کوئی آدمی اس قصّہ پر مطلع ہو تو اسکا یہ انتظام ہوا ہے کہ) اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (آتا اور اعتراض کرتا) دیکھو تو (تم کچھ مت بولنا بلکہ اشارہ سے اس سے) کہہ دینا کہ میں نے تو اللہ کے واسطے (ایسے) روزہ کی منت مان رکھی ہے (جس میں بولنے کی بندش ہے) سو (اسوجہ سے) میں آج (دن بھر) کسی آدمی سے نہیں بولوں گی (اور خدا کے ذکر اور دُعا میں مشغول ہونا اور بات ہے بس تم اتنا جواب دیکر بے فکر ہو جانا، اللہ تعالیٰ اس مولودِ مسعود کو خرقِ عادت کے طور پر بولتا کر دیگا جس سے ظہورِ اعجاز دلیلِ نزاہت و عصمت ہو جاویگی غرض ہر غم کا علاج ہو گیا۔)

معارف و مسائل

تمنائے موت کا حکم یہ تمنائے موت اگر غمِ دُنیا سے تھی تب تو غلبۂ حال کو اسکا عذر کہا جاویگا جس میں انسان من کل الوجوہ مکلف نہیں رہتا اور اگر غمِ دین سے تھا کہ لوگ بدنام کریں گے اور شاید مجھے اس پر صبر نہ ہو سکے تو بے صبری کی معصیت میں ابتلا ہوگا، موت سے اس معصیت کی حفاظت رہیگی تو ایسی تمنا ممنوع نہیں ہے اور اگر شبہ ہو کہ حضرت مریم کو جو کہا گیا کہ تم کہہ دینا

کہ میں نے نذر کی ہے سو انھوں نے نذر تو نہ کی تھی، جواب یہ ہے کہ اسی سے یہ حکم بھی مفہوم ہوگیا کہ تم نذر بھی کر لینا اور اس کو ظاہر کر دینا۔

سکوت کا روزہ شریعتِ اسلامیہ میں منسوخ ہوگیا

قبل از اسلام یہ بھی عبادت میں داخل تھا کہ بولنے کا روزہ رکھے، صبح سے رات تک کسی سے کلام نہ کرے۔ اسلام نے اس کو منسوخ کرکے یہ لازم کر دیا کہ صرف بُرے کلام گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔ عام گفتگو ترک کرنا اسلام میں کوئی عبادت نہیں رہی اس لئے اس کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔ لما رواہ ابوداؤد مرفوعاً لایتم بعد احتلام ولا صمات یوم الی اللیل وحسنہ السیوطی والعزیزی، یعنی بچہ بالغ ہونے کے بعد باپ کے مرنے سے یتیم نہیں کہلاتا، اُس پر احکام یتیم کے جاری نہیں ہوتے اور صبح سے شام تک خاموش رہنا تو اسلام میں، کوئی عبادت نہیں۔ اور دردِ زہ میں پانی اور کھجور کا استعمال طباً بھی مفید ہے اور اکل و شرب کا حکم بظاہر اباحت کے لئے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

بغیر مرد کے تنہا عورت سے بچہ پیدا ہو جانا خلافِ عقل نہیں

اور حمل و تولد بلا توسط مرد کے خارق عادت (معجزہ) ہے اور خوارق میں کتنا ہی استبعاد ہو مضائقہ نہیں بلکہ وصفِ اعجاز کا اور زیادہ ظہور ہے لیکن اس میں اس وجہ سے زیادہ استبعاد بھی نہیں کہ حسب تصریح کتبِ طب عورت کی منی میں قوتِ منعقدہ کے ساتھ قوتِ عاقدہ بھی ہے اس لئے مرض رَجا میں اعضاء کی کچھ ناتمام صورت بھی بن جاتی ہے کما صرح بہ فی القانون، پس اگر یہی قوتِ عاقدہ اور بڑھ جائے تو زیادہ مستبعد نہیں ہے۔ (بیان القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو کھجور کا درخت ہلانے کا حکم دیا، حالانکہ اُس کی قدرت میں یہ بھی تھا کہ بغیر اُن کے ہلانے کے خود ہی کھجوریں اُن کی گود میں گر جاتیں مگر حکمت یہ ہے کہ اس میں تحصیلِ رزق کے لئے کوشش کرنے کا سبق ملتا ہے اور یہ بھی بتلانا ہے کہ رزق کے حاصل کرنے میں کوشش اور محنت کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ (رُوح المعانی)

سَرِیًّا، لفظ سری کے لغوی معنی چھوٹی نہر کے ہیں۔ اس موقع پر حق تعالیٰ نے ایک چھوٹی نہر اپنی قدرت سے بلا واسطہ جاری فرما دی یا جبرئیل کے ذریعہ چشمہ جاری کرا دیا، دونوں طرح کی روایتیں ہیں۔ یہاں یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت مریم کی تسلی کے اسباب ذکر کرنے کے وقت تو پہلے پانی کا ذکر فرمایا پھر کھانے کی چیز کھجور کا، اور جب استعمال کا ذکر آیا تو ترتیب بدل کر پہلے کھانے کا حکم فرمایا پھر پانی پینے کا۔ فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ، وجہ غالباً یہ ہے کہ انسان کی فطری عادت ہے کہ پانی کا اہتمام کھانے سے پہلے کرتا ہے خصوصاً کوئی ایسی غذا جس کے بعد پیاس لگنا یقینی ہو اُسکے کھانے سے پہلے پانی مہیا کرتا ہے مگر استعمال کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ پہلے غذا کھاتا ہے پھر پانی پیتا ہے۔ (رُوح المعانی)

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا
پھر لائی اس کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں　وہ اُس کو کہنے لگے اے مریم تو نے کی یہ چیز طوفان

فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
کی　اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ بُرا آدمی اور نہ تھی تیری

اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ
ماں بدکار　پھر ہاتھ سے بتلایا اُس لڑکے کو　بولے ہم کیونکر بات کریں اُس شخص سے

فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۫ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ
کہ وہ ہے گود میں لڑکا　وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا　مجھ کو اُس نے کتاب دی ہے اور

جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ
مجھ کو اُس نے نبی کیا　اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں　اور تاکید کی مجھ کو

بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ
نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ　اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں

يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ
بنایا مجھ کو زبردست بدبخت　اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن

اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾
مروں　اور جس دن اُٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر

خلاصۂ تفسیر

(غرض مریم علیہا السلام کی اس کلام سے تسلی ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے (وہاں سے بستی کو چلیں اور) اپنی قوم کے پاس لائیں، لوگوں نے (جو دیکھا کہ ان کی شادی تو ہوئی نہ تھی یہ بچہ کیسا، بدگمان ہو کر) کہا اے مریم! تم نے بڑے غضب کا کام کیا (یعنی نعوذ باللہ بدکاری کی، اور یوں تو بدکاری کوئی بھی کرے بُرا ہے لیکن تم سے ایسا فعل ہونا زیادہ غضب کی بات ہے کیونکہ) اے ہارون کی بہن! (تمہارے خاندان میں کبھی کسی نے ایسا نہیں کیا چنانچہ) تمہارے باپ کوئی بُرے آدمی نہ تھے (کہ ان سے یہ اثر تم میں آیا ہو) اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں (کہ ان سے یہ اثر تم میں آیا ہو، پھر ہارون جو تمہارے رشتہ کے بھائی ہیں جن کا نام ان ہارون نبی کے نام پر رکھا

گیا ہے وہ کیسے کچھ نیک شخص ہیں، غرض جسکا خاندان کا خاندان پاک صاف ہو اُس سے یہ حرکت ہونا کتنا بڑا غضب ہے) پس مریم (علیہا السلام) نے (یہ ساری تقریر سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ) بچہ کی طرف اشارہ کر دیا (کہ اس سے کہو جو کچھ کہنا ہو یہ جواب دیگا) وہ لوگ (سمجھے کہ یہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتی ہیں) کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے (کیونکہ بات اُس شخص سے کی جاتی ہے جو کہ وہ بھی بات چیت کرتا ہو، سو جب یہ بچہ ہے اور بات پر قادر نہیں، تو اس سے کیا بات کریں اتنے میں) وہ بچہ (خود ہی) بول اُٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں (نہ تو اللہ ہوں جیسا کہ جہلاء نصاریٰ سمجھیں گے اور نہ غیر مقبول ہوں جیسا یہود سمجھیں گے اور بندہ ہونے کے اور پھر خاص ہونے کے یہ آثار ہیں کہ) اُس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی (یعنی گو آئندہ دے گا مگر بوجہ یقینی ہونے کے ایسا ہی ہے جیسا کہ دیدی) اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنادے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا (یعنی مجھ سے خلق کو دین کا نفع پہنچے گا) میں جہاں کہیں بھی ہوں (کہ مجھ سے برکت پہنچیگی وہ نفع تبلیغ دین ہے خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے اُنھوں نے تو نفع پہنچا ہی دیا) اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جبتک میں (دُنیا میں) زندہ رہوں (اور ظاہر ہے کہ آسمان پر جانے کے بعد مکلف نہیں رہے اور یہ دلیل ہے بندہ ہونے کی جیسا کہ اور دلائل ہیں خصوصیت کے) اور مجھ کو میری والدہ کا خدمتگذار بنایا (اور چونکہ بے باپ پیدا ہوئے ہیں اس لئے والدہ کی تخصیص کی گئی) اور اس نے مجھکو سرکش بدبخت نہیں بنایا (کہ ادائے حق خالق یا ادائے حق والدہ سے سرکشی کروں یا حقوق و اعمال کے ترک سے بدبختی خرید لوں) اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا (کہ وہ زمانہ قرب قیامت کا بعد نزول من السماء کے ہوگا) اور جس روز میں (قیامت میں) زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں گا (اور اللہ کا سلام دلیل ہے خاص بندہ ہونے کی)۔

معارف و مسائل

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ، ان الفاظ سے ظاہر یہی ہے کہ حضرت مریم کو جب غیبی بشارتوں کے ذریعہ اسکا اطمینان ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بدنامی اور رُسوائی سے بچا دیں گے تو خود ہی اپنے نومولود بچے کو لیکر اپنے گھر واپس آگئیں۔ پھر یہ واپسی پیدائش کے کتنے دن بعد ہوئی۔ ابن عساکر کی روایت ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ ولادت سے چالیس روز بعد جب نفاس سے فراغت و طہارت ہو چکی اُس وقت اپنے گھر والوں کے پاس آئیں (رُوح المعانی)

شَيْئًا فَرِيًّا، لفظ فری عربی زبان میں در اصل کاٹنے اور پھاڑنے کے معنی میں آتا ہے، جس کام یا جس چیز کے ظاہر ہونے میں غیر معمولی کاٹ چھانٹ ہو اُس کو فری کہتے ہیں۔ ابو حیان نے فرمایا کہ

ہر امر عظیم کو فری کہا جاتا ہے خواہ وہ اچھائی کے اعتبار سے عظیم ہو یا بُرائی کے اعتبار سے۔ اس جگہ بڑی بُرائی کے معنے میں استعمال ہوا ہے اور اس لفظ کا اکثر استعمال ایسی ہی چیز کے لئے معروف ہے جو اپنی شناعت اور بُرائی کے اعتبار سے غیر معمولی اور بڑی سمجھی جاتی ہو۔

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ، حضرت ہارون علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور ساتھی تھے حضرت مریم کے زمانے سے سیکڑوں برس پہلے گزر چکے تھے یہاں حضرت مریم کو ہارون کی بہن قرار دینا ظاہر ہے کہ اپنے اس ظاہری مفہوم کے اعتبار سے نہیں ہو سکتا اسی لئے جب حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے پاس بھیجا تو انھوں نے سوال کیا کہ تمہارے قرآن میں حضرت مریم کو اُخت ہارون کہا گیا ہے حالانکہ ہارون علیہ السلام اُن سے بہت قرنوں پہلے گزر چکے ہیں حضرت مغیرہ کو اس کا جواب معلوم نہ تھا جب واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے ان سے یہ کیوں نہ کہدیا کہ اہل ایمان کی عادت یہ ہے کہ تبرکاً انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر اپنے نام رکھتے ہیں اور اُن کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں (رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی) اس حدیث کے مطلب میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مریم کی نسبت حضرت ہارون کیطرف اس لئے کردی گئی کہ وہ اُن کی نسل و اولاد میں سے ہیں اگرچہ زمانہ کتنا ہی بعید ہوگیا ہو جیسے عرب کی عادت ہے کہ قبیلہ تمیم کے آدمی کو اخا تمیم اور عرب کے آدمی کو اخا عرب بولتے ہیں۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں ہارون سے مراد ہارون نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق مراد نہیں بلکہ حضرت مریم کے اپنے بھائی کا نام ہارون تھا جو تبرکاً حضرت ہارون نبی کے نام پر رکھا گیا تھا اس طرح مریم کو اخت ہارون کہنا اپنے حقیقی مفہوم کے اعتبار سے درست ہوگیا۔

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ، ان الفاظ قرآن سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص انبیاءؑ اللہ اور صالحین کی اولاد میں ہو وہ اگر کوئی بُرا کام کرتا ہے تو وہ عام لوگوں کے گناہ سے زیادہ بڑا گناہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے اُس کے بڑوں کی رُسوائی اور بدنامی ہوتی ہے اس لئے اولاد صالحین کو اعمال صالحہ اور تقویٰ کی زیادہ فکر کرنا چاہیئے۔

اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ، ایک روایت میں ہے کہ جس وقت خاندان کے لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو ملامت کرنا شروع کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے۔ جب انھوں نے ان لوگوں کی ملامت کو سُنا تو دودھ چھوڑ دیا اور اپنی بائیں کروٹ پر سہارا لیکر اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں، اس پہلے ہی لفظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ اگرچہ میری پیدائش معجزانہ انداز سے ہوئی ہے مگر میں خدا نہیں خدا کا بندہ ہوں تاکہ لوگ میری پرستش میں مبتلا نہ ہو جائیں

أٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا، ان الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی شیر خوارگی کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت اور کتاب ملنے کی خبر دی۔ حالانکہ کسی پیغمبر کو چالیس سال کی عمر سے پہلے نبوت وکتاب نہیں ملی اسلئے مفہوم اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرما دیا ہے کہ مجھے اپنے وقت پر نبوت اور کتاب دیں گے اور یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے نبوت اُس وقت عطا کر دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اُن کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا اس کا مطلب ظاہر ہے کہ اس کے سوا نہیں کہ عطاءِ نبوت کا وعدہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قطعی اور یقینی تھا یہاں بھی اسی یقین کو عطاء نبوت کے لفظ ماضی سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ عطاء نبوت کا اظہار کرنے سے ان لوگوں کی بدگمانی رفع کر دی گئی کہ میری والدہ پر بدکاری کا الزام لگانا سراسر غلط ہے کیونکہ میرا نبی ہونا اور مجھے رسالت کا ملنا اسکی دلیل ہے کہ میری پیدائش میں کسی گناہ کا دخل نہیں ہو سکتا۔

اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، کسی چیز کا حکم جب زیادہ تاکید کے ساتھ کیا جائے تو اسکو وصیت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت فرمائی اسکا مفہوم یہی ہے کہ بڑی تاکید سے ان دونوں چیزوں کا مجھے حکم دیا۔

نماز اور زکوٰۃ، ایسی عبادتیں ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی و رسول کی شریعت میں فرض رہی ہیں البتہ مختلف شریعتوں میں انکی تفصیلات اور جزئیات مختلف رہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی نماز اور زکوٰۃ فرض تھے۔ رہا یہ معاملہ کہ عیسیٰ علیہ السلام تو کبھی مالدار ہی نہیں ہوئے، نہ گھر بنایا نہ کچھ جمع کیا پھر زکوٰۃ کا اُن کو حکم دینا کس بناء پر ہے؟ تو اسکا مقصد واضح یہ ہے کہ انکی شریعت میں قانون یہ بنا دیا گیا تھا کہ جس شخص کے پاس مال ہو اُس پر زکوٰۃ فرض ہے عیسیٰ علیہ السلام بھی اسکے مخاطب ہیں کہ جب کبھی مال بقدرِ نصاب جمع ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کریں پھر اگر عمر بھر میں کبھی مال جمع ہی نہ ہو تو یہ اُس کے منافی نہیں۔ (روح)

مَا دُمْتُ حَيًّا، یعنی نماز اور زکوٰۃ کا حکم میرے لئے دائمی ہے جب تک زندہ ہوں ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ حیات ہے جو اس عالمِ دُنیا میں زمین پر ہے کیونکہ یہ اعمال اسی زمین پر ہو سکتے ہیں اور یہیں سے متعلق ہیں آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد نزول کے زمانے تک رخصت کا زمانہ ہے۔

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ، اس جگہ صرف والدہ کا ذکر کیا والدین کا نہیں۔ اسمیں اشارہ کر دیا کہ میرا وجود معجزانہ طور پر بغیر والد کے ہوا ہے اور بچپن کا یہ معجزانہ کلام اسکے لئے کافی شہادت اور دلیل ہے۔

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ

یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں لوگ

يَمْتَرُوْنَ (۳۴) مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ

جھگڑتے ہیں اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد وہ پاک ذات ہے

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۳۵) وَاِنَّ اللّٰهَ

جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا، سو یہی کہتا ہے اسکو کہ ہو وہ ہو جاتا ہے اور کہا بیشک

رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۳۶)

اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا، سو اسکی بندگی کرو، یہ ہے راہ سیدھی

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

پھر جُدی جُدی راہ اختیار کی فرقوں نے اُن میں سے سو خرابی ہے

كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۳۷) اَسْمِعْ بِهِمْ وَ

منکروں کو جس وقت دیکھیں گے ایک دن بڑا کیا خوب سنتے اور

اَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ

دیکھتے ہونگے جس دن آئیں گے ہمارے پاس، پر بے انصاف آج کے دن صریح بہک

مُّبِيْنٍ (۳۸) وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ

رہے ہیں اور ڈر سنا دے اُن کو اُس پچھتاوے کے دن کا، جب فیصل ہو چکے گا کام

وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۳۹) اِنَّا نَحْنُ

اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے ہم وارث ہوں گے

نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (۴۰)

زمین کے اور جو کوئی ہے زمین پر اور وہ ہماری طرف پھر آئیں گے

خلاصۂ تفسیر

یہ ہیں عیسیٰ بن مریم (جن کے اقوال واحوال مذکور ہوئے جس سے ان کا بندۂ مقبول ہونا معلوم ہوتا ہے نہ جیسے کہ عیسائیوں نے ان کو بندوں کی فہرست سے خارج کر کے خدا تک پہنچا دیا ہے اور نہ ویسے جیسا کہ یہودیوں نے ان کو مقبولیت سے خارج کر کے طرح طرح کی تہمتیں لگائی ہیں) میں (بالکل) سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ (افراط و تفریط کرنے والے) لوگ جھگڑ رہے ہیں (چنانچہ

یہود و نصاریٰ کے اقوال اوپر معلوم ہوئے اور چونکہ یہود کا قول ظاہراً بھی موجب تنقیص نبی تھا جو کہ بدا باطل ہے اس لئے اسکے رد کی طرف اس مقام پر توجہ نہیں فرمائی بخلاف قول نصاریٰ کے کہ ظاہراً مثبت زیادت کمال تھا کہ نبوت کے ساتھ خدا کا بیٹا ہونا ثابت کرتے تھے اس لئے آگے اس کو رَد فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ اسمیں حق تعالیٰ کی تنقیص بوجہ انکارِ توحید کے لازم آتی ہے حالانکہ) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد بنائے وہ (بالکل) پاک ہے (کیونکہ اس کی یہ شان ہے کہ) وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے (اور ایسے کمال کے واسطے اولاد کا ہونا عقلاً نقص ہے) اور (آپ اثباتِ توحید کے لئے لوگوں سے فرما دیجئے کہ مشرکین بھی سُن لیں کہ) بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو (صرف) اسی کی عبادت کرو (اور یہی (خالص خدا کی عبادت کرنا یعنی توحید اختیار کرنا دین کا) سیدھا راستہ ہے سو (توحید پر باوجود ان عقلی اور نقلی دلائل قائم ہونے کے پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارہ میں) باہم اختلاف ڈال دیا (یعنی توحید کا انکار کرکے طرح طرح کے مذاہب ایجاد کر لئے) سو ان کافروں کے لئے ایک بڑے (بھاری) دن کے آجانے سے بڑی خرابی (ہونے والی) ہے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے کہ یہ دن ایکہزار سال دراز اور ہولناک ہونے کی وجہ سے بہت عظیم ہوگا) جس روز یہ لوگ (حساب و جزا کے لئے) ہمارے پاس آویں گے (اس روز) کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جائیں گے۔ (کیونکہ قیامت میں یہ حقائق پیشِ نظر ہو جاویں گے اور تمامتر غلطیاں رفع ہو جاویں گی) لیکن یہ ظالم آج (دُنیا میں کیسی) صریح غلطی میں (مبتلا ہو رہے) ہیں، اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ (جنت و دوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جاویگا (جسکا ذکر حدیث میں ہے کہ جنت اور دوزخ والوں کو موت دکھلا کر اس کو ذبح کر دیا جاویگا اور دونوں کو خلود (یعنی ہمیشہ اسی حال میں زندہ رہنے کا حکم سُنا دیا جاوے گا، رواہ الشیخان والترمذی۔ اور اسوقت کی حسرت کا بیحد ہونا ظاہر ہے) اور وہ لوگ (آج دُنیا میں) غفلت میں (پڑے) ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے (لیکن آخر ایک دن مریں گے) اور تمام زمین اور زمین پر رہنے والوں کے وارث (یعنی آخر مالک) ہم ہی رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جاویں گے (پھر اپنے کفر و شرک کی سزا بھگتیں گے)۔

معارف و مسائل

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کے بیہودہ خیالات میں افراط و تفریط کا یہ عالم تھا کہ نصاریٰ نے تو تعظیم میں اتنی زیادتی کی کہ انکو خدا تعالیٰ

کا بیٹا بنا دیا، اور یہود نے اُن کی توہین و تذلیل میں، یہانتک کہدیا کہ وہ یوسف نجار کی ناجائز اولاد ہیں۔ معاذ اللہ، حق تعالیٰ نے ان دونوں غلط کاروں کی غلطی بتلا کر اسکی صحیح حیثیت ان آیات میں واضح فرمادی۔ (قرطبی)

قَوْلَ الْحَقِّ، بفتح لام اس کی واضح ترکیب نحوی یہ ہے کہ اقول قول الحق اسکی اصل ہے اور بعض قراءتوں میں قَوْلُ الحق بضم لام بھی ہے تو اس صورت میں مراد یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود قول حق ہیں جیسا کہ ان کو کلمۃ اللہ کا لقب بھی دیا گیا ہے کیونکہ انکی پیدائش بلا واسطہ سبب ظاہری کے صرف اللہ تعالیٰ کے قول سے ہوئی ہے۔ (قرطبی)

يَوْمَ الْحَسْرَةِ، اس روز کو یوم الحسرت اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل جہنم کو تو یہ حسرت ہونا ظاہر ہے کہ اگر وہ مومن صالح ہوتے تو ان کو جنت ملتی اب جہنم کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ ایک خاص قسم کی حسرت اہل جنت کو بھی ہوگی جیسا کہ طبرانی اور ابویعلی نے بروایت حضرت معاذ یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کو کسی چیز پر حسرت نہ ہوگی بجز ان لمحات وقت کے جو بغیر ذکر اللہ کے گزر گئے۔ اور بغوی بروایت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مرنے والے کو حسرت و ندامت سے سابقہ پڑے گا۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ یہ ندامت و حسرت کس بناء پر ہوگی تو آپؐ نے فرمایا کہ نیک اعمال کرنے والے کو اس پر حسرت ہوگی کہ اور زیادہ نیک اعمال کیوں نہ کرلئے کہ اور زیادہ درجاتِ جنت ملتے اور بدکار آدمی کو اس پر حسرت ہوگی کہ وہ اپنی بدکاری سے باز کیوں نہ آگیا۔ (مظہری)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ
اور مذکور کر کتاب میں ابراہیم کا بیشک تھا وہ سچا نبی جب
قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ
کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے کسی کو جو نہ سُنے اور نہ دیکھے
وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ
اور نہ کام آئے تیرے کچھ اے باپ میرے مجھ کو آئی ہے خبر ایک
الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾
چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل دکھلا دوں تجھ کو راہ سیدھی
يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
اے باپ میرے مت پوج شیطان کو بیشک شیطان ہے رحمٰن کا

عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ

نافرمان اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں آلگے تجھ کو ایک آفت

الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ

رحمٰن سے پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی وہ بولا کیا تو پھرا ہوا ہے

عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ

میرے ٹھاکروں سے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ کو سنگسار کرونگا اور دُور ہو جا میرے

مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ

پاس سے ایک مدت کہا تیری سلامتی رہے میں گناہ بخشواؤں گا تیرا اپنے رب سے بیشک

كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

وہ ہے مجھ پر مہربان اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا

وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾

اور میں بندگی کرونگا اپنے رب کی، اُمید ہے کہ نہ رہوں گا اپنے رب کی بندگی کرکر محروم

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ

پھر جب جُدا ہوا اُن سے اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بخشا ہم نے اُس کو

اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ

اسحٰق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا اور دیا ہم نے اُن کو اپنی

رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

رحمت سے اور کیا اُن کے واسطے سچا بول اُونچا

خلاصۂ تفسیر

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس کتاب (یعنی قرآن) میں (لوگوں کے سامنے حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ ذکر کیجئے (تاکہ ان کو توحید و رسالت کا مسئلہ زیادہ منکشف ہو جاوے) وہ (ہر قول فعل میں) بڑے راستی والے تھے (اور) پیغمبر تھے (اور وہ قصہ جس کا ذکر کرنا اس جگہ مقصود ہے اُس وقت ہوا تھا) جب کہ اُنھوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک

تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے (مراد بت ہیں حالانکہ اگر کوئی دیکھتا سنتا کچھ کام آتا بھی ہو مگر واجب الوجود نہ ہو تب بھی لائق عبادت نہیں چہ جائیکہ ان اوصاف سے بھی عاری ہو تو وہ بدرجۂ اولیٰ لائق عبادت نہ ہوگا) اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا (مراد اس سے وحی ہے جس میں احتمال غلطی کا ہو ہی نہیں سکتا پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں قطعاً حق ہے جب یہ بات ہے) تو تم میرے کہنے پر چلو میں تم کو سیدھا رستہ بتلاؤں گا (اور وہ توحید ہے) اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو (یعنی شیطان کو اور اس کی عبادت کو تو تم بھی بُرا سمجھتے ہو اور بُت پرستی میں شیطان پرستی بالیقین لازم ہے کہ وہی یہ حرکت کراتا ہے۔ اور کسی کی ایسی اطاعت کرنا کہ حق تعالیٰ کے مقابلے میں بھی اسکی تعلیم کو حق سمجھے یہی عبادت ہے پس بُت پرستی میں شیطان پرستی ہوئی اور) بیشک شیطان (حضرت) رحمان کا نافرمانی کرنے والا ہے (تو وہ کب اطاعت کے لائق ہوگا) اے میرے باپ، میں اندیشہ کرتا ہوں (اور وہ اندیشہ یقینی ہے) کہ تم پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے (خواہ دُنیا میں یا آخرت میں) پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ (یعنی جب اطاعت میں اس کا ساتھ دوگے تو نفس عقوبت میں بھی اسکا ساتھ ہوگا گو شیطان کو دُنیا میں عذاب نہ ہوا ہو اور اس شیطان کی معیت اور مشارکت فی العقوبت کو کوئی اپنی بھلائی چاہنے والا پسند نہ کریگا۔

ابراہیم علیہ السلام کی یہ تمام تر نصائح سنکر) باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم (اور اس لئے مجھ کو بھی منع کرتے ہو یاد رکھو) اگر تم (ان بتوں کی مذمت سے اور مجھ کو ان کی عبادت سے منع کرنے سے) باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھروں کے سنگسار کر دونگا (پس تم اس سے باز آجاؤ) اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ (کو کہنے سننے) سے برکنار رہو، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا (بہتر) میرا سلام لو (اب تم سے کہنا سننا بے سود ہے) اب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی (اس طرح) درخواست کرونگا (کہ تمکو ہدایت کرے جس پر مغفرت مرتب ہوتی ہے) بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے (اس لئے اسی سے عرض کرونگا جسکا قبول فرمانا یا نہ فرمانا دونوں مختلف اعتبار سے رحمت اور مہربانی ہے) اور (تم اور تمہارے ہم مذہب جب میری حق بات کو بھی نہیں مانتے تو تم میں رہنا بھی فضول ہے اس لئے) میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو اُن سے (بدناً بھی) کنارہ کرتا ہوں (جیسا قلباً پہلے ہی سے برکنار ہوں، یعنی یہاں رہتا بھی نہیں) اور (اطمینان سے علیحدہ ہو کر) اپنے رب کی عبادت کرونگا (کیونکہ یہاں رہ کر اسمیں بھی مزاحمت ہوگی) اُمید (یعنی یقین) ہے

کہ اپنے رب کی عبادت کرکے محروم نہ رہوں گا (جیسا بُت پرست اپنے باطل معبودوں کی عبادت کرکے محروم رہتے ہیں، غرض اس گفتگو کے بعد اُن سے اس طرح علیحدہ ہوئے کہ ملک شام کیطرف ہجرت کرکے چلے گئے) پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اُن سے (اس طرح) علیحدہ ہوگئے (تو) ہم نے ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا جو کہ رفاقت کے لئے ان کی بُت پرست برادری سے بدرجہا بہتر تھے) اور ہم نے (ان دونوں میں) ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے (طرح طرح کے کمالات دیکر) اپنی رحمت کا حصہ دیا اور (آئندہ نسلوں میں) ہم نے انکا نام نیک اور بلند کیا (کہ سب تعظیم اور ثنا کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور اسحٰق کے قبل اسماعیل ان ہی صفات کے ساتھ عطا ہو چکے تھے)

معارف و مسائل

صدیق کی تعریف | صِدِّيقًا نَّبِيًّا، لفظ صِدِّیق بکسر صاد قرآن کا ایک اصطلاحی لفظ ہے اسکے معنے اور تعریف میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ جس شخص نے عمر میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ صدیق ہے بعض نے فرمایا کہ جو شخص اعتقاد اور قول و عمل ہر چیز میں صادق ہو یعنی جو دل میں اعتقاد ہو ٹھیک وہی زبان پر ہو اور اسکا ہر فعل اور ہر حرکت و سکون اسی اعتقاد اور قول کے تابع ہو۔ روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں اسی آخری معنے کو اختیار کیا ہے اور پھر صِدّیقیت کے درجات متفاوت ہیں۔ اصل صدیق تو نبی و رسول ہی ہو سکتا ہے اور ہر نبی و رسول کے لئے صِدّیق ہونا وصف لازم ہے مگر اس کا عکس نہیں کہ جو صِدّیق ہو اسکا نبی ہونا ضروری ہو بلکہ غیر نبی بھی جو اپنے نبی و رسول کے اتباع میں صدق کا یہ مقام حاصل کرلے وہ بھی صِدّیق کہلائے گا۔ حضرت مریم کو خود قرآن کریم نے أُمُّهُ صِدِّيقَةٌ کا خطاب دیا ہے حالانکہ جمہور اُمّت کے نزدیک وہ نبی نہیں، اور کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی۔

اپنے بڑوں کو نصیحت کرنے کا طریقہ اور اُس کے آداب | يَا أَبَتِ، عربی لغت کے اعتبار سے یہ لفظ باپ کی تعظیم و محبت کا خطاب ہے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالیٰ نے جو مقام جامعیت اوصاف و کمالات کا عطا فرمایا تھا، اُن کی یہ تقریر جو اپنے والد کے سامنے ہوئی ہے اعتدالِ مزاج اور رعایتِ اضداد کی ایک بے نظیر تقریر ہے کہ ایک طرف باپ کو شرک کفر اور کھلی گمراہی میں نہ صرف مبتلا بلکہ اسکا داعی دیکھ رہے ہیں جس کے مٹانے ہی کے لئے خلیل اللہ پیدا کئے گئے ہیں، دوسری طرف باپ کا ادب اور عظمت و محبت ہے ان دونوں ضدوں کو حضرت خلیل اللہ نے کس طرح جمع فرمایا اوّل تو يَا أَبَتِ کا لفظ جو باپ کی مہربانی اور محبت کا

داعی ہے ہر جملہ کے شروع میں اس لفظ سے خطاب کیا پھر کسی جملہ میں باپ کی طرف کوئی لفظ ایسا منسوب نہیں جس سے انکی توہین یا دل آزاری ہو کہ اُس کو گمراہ یا کافر کہتے بلکہ حکمتِ پیغمبرانہ کے ساتھ صرف اُن کے بُتوں کی بے بسی اور بے حسی کا اظہار فرمایا کہ ان کو خود اپنی غلط روش کیطرف توجہ ہو جائے۔ دوسرے جملہ میں اپنی اس نعمت کا اظہار فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو علوم نبوت کی عطا فرمائی تھی تیسرے اور چوتھے جملے میں اُس انجام بد سے ڈرایا جو اس شرک و کفر کے نتیجہ میں آنے والا تھا۔ اس پر بھی باپ نے بجائے کسی غور و فکر یا یہ کہ انکی فرزندانہ گزارش پر کچھ نرمی کا پہلو اختیار کرتے پورے تشدد کے ساتھ خطاب کیا، انھوں نے تو خطاب يَا أَبَتِ کے پیارے لفظ سے کیا تھا جسکا جواب عرف میں يَا بُنَيَّ کے لفظ سے ہونا چاہئے تھا مگر آزر نے ان کا نام لیکر يٰٓاِبْرٰهِيْمُ سے خطاب کیا اور ان کو سنگسار کرکے قتل کرنے کی دھمکی اور گھر سے نکل جانیکا حکم دیدیا۔ اسکا جواب حضرت خلیل اللہ کیطرف سے کیا ملتا ہے وہ سُننے اور یاد رکھنے کے قابل ہے فرمایا:

سَلٰمٌ عَلَيْكَ، یہاں لفظ سلام دو معنے کے لئے ہو سکتا ہے اول یہ کہ یہ سلام مقاطعہ ہو یعنی کسی سے قطع تعلق کرنیکا شریفانہ اور مہذب طریقہ یہ ہے کہ بات کا جواب دینے کے بجائے لفظ سلام کہہ کر علیحدہ ہو جائے جیسا کہ قرآن کریم نے اپنے مقبول صالح بندوں کی صفت میں بیان فرمایا ہے: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا، یعنی جب جاہل لوگ ان سے جاہلانہ خطاب کرتے ہیں تو یہ اُن سے دو بدو ہونیکے بجائے لفظ سلام کہتے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ باوجود مخالفت کے میں تمھیں کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچاؤں گا۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہاں سلام عرفی سلام ہی کے معنے میں ہو۔ اسمیں فقہی اشکال یہ ہے کہ کسی کافر کو ابتداءً سلام کرنا حدیث میں ممنوع ہے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ (یعنی یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو) مگر اس کے بالمقابل بعض روایات حدیث میں ایک ایسے مجمع کو ابتدائی سلام کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس میں کفار و مشرکین اور مسلمان سب جمع تھے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم ہی میں حضرت اُسامہ رضؓ کی روایت سے ثابت ہے۔

اسی لئے فقہاءِ اُمّت کا اس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہوا۔ بعض صحابہؓ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے قول و عمل سے اسکا جواز ثابت ہوتا ہے بعض سے عدم جواز جس کی تفصیل قرطبی نے احکام القرآن میں اسی آیت کے تحت بیان کی ہے۔ اور امام نخعی نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر تمھیں کسی کافر یہودی نصرانی سے ملنے کی کوئی دینی یا دُنیوی ضرورت پیش آجائے تو اس کو ابتدائی سلام کرنے میں مضائقہ نہیں اور بے ضرورت سلام کی ابتداء کرنے سے بچنا چاہیئے۔ اسمیں مذکورہ

دونوں حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ (قرطبی)

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ، یہاں بھی یہ اشکال ہے کہ کسی کافر کے لئے استغفار کرنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْهُ (یعنی بخدا میں آپ کے لئے اسوقت تک ضرور استغفار یعنی دعاء مغفرت کرتا رہونگا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے منع نہ فرما دیا جائے)، اس پر یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (یعنی نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں)، اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے چچا کے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

جواب اشکال کا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے وعدہ کرنا کہ آپ کے لئے استغفار کرونگا یہ ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے اس کے بعد ممانعت کر دی گئی سورۂ ممتحنہ میں حق تعالیٰ نے خود اس واقعہ کو بطور استثناء ذکر فرما کر اس کی اطلاع دیدی ہے اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ اور اس سے زیادہ واضح سورۂ توبہ میں آیتِ مذکورہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا کے بعد دوسری آیت میں فرمایا ہے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ جس سے معلوم ہوا کہ یہ استغفار اور اسکا وعدہ باپ کے کفر پر جمے رہنے اور خدا کا دشمن ثابت ہونے سے پہلے کا تھا جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو انھوں نے بھی برات کا اعلان کر دیا۔

وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ، ایک طرف تو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باپ کے ادب و محبت کی رعایت میں یہ انتہاء کر دی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے دوسری طرف یہ بھی نہیں ہونے دیا کہ حق کے اظہار اور اس پر مضبوطی کو کوئی ادنیٰ سی ٹھیس لگے، باپ نے جو گھر سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اس کو اس جملہ میں بخوشی منظور کر لیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ میں تمہارے بتوں سے بیزار ہوں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ، اس جملے سے پہلے جملے میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول آیا ہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنے پروردگار سے دعا کرنے میں ناکام و نامراد نہیں ہونگا۔ ظاہر یہ ہے کہ گھر اور خاندان سے جدائی کے بعد تنہائی کی وحشت وغیرہ کے اثرات سے بچنے کی دعا مراد تھی مذکورہ جملہ میں اس دعا کی قبولیت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لئے اپنے گھر، خاندان اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی مکافات اس طرح فرمائی کہ ان کو صاحبزادہ اسحٰق علیہ السلام عطا فرمایا اور ساتھ ہی اس کا

عمر دراز پانا اور صاحب اولاد ہونا بھی لفظ یعقوب بڑھا کر ذکر فرما دیا اور صاحبزادہ کا عطا ہونا اس کی دلیل ہے کہ اس کے پہلے نکاح ہو چکا تھا، تو اسکا حاصل یہ ہوا کہ باپ کے خاندان سے بہتر ایک مستقل خاندان دے دیا جو انبیاء و صلحاء پر مشتمل تھا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ

اور مذکور کر کتاب میں موسٰی کا بیشک وہ تھا چنا ہوا اور تھا

رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ

رسول نبی اور پکارا ہم نے اس کو داہنی طرف سے طور پہاڑ کی اور

وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

نزدیک بلایا اسکو بھید کہنے کو اور بخشا ہم نے اس کو اپنی مہربانی سے بھائی اس کا ہارون

نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ

نبی اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ تھا وعدہ کا

الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ

سچا اور تھا رسول نبی اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز کا

وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

اور زکوٰۃ کا اور تھا اپنے رب کے یہاں پسندیدہ اور مذکور کر کتاب میں

اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ ڎ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا

ادریس کا وہ تھا سچا نبی اور اٹھا لیا ہم نے اسکو ایک اونچے

عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

مکان پر یہ وہ لوگ ہیں جن پر انعام کیا اللہ نے پیغمبروں میں

مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۤ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ

آدم کی اولاد میں اور ان میں جن کو سوار کر لیا ہم نے نوح کے ساتھ اور ابراہیم کی

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى

اولاد میں اور اسرائیل کی اور ان میں جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا جب ان کو

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

سُنائے آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے

خلاصۂ تفسیر

اور اس کتاب (یعنی قرآن) میں موسیٰ (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے (یعنی لوگوں کو سنایئے ورنہ کتاب میں ذکر کرنے والا تو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہے) وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے (بندے) تھے اور وہ رسول بھی تھے، نبی بھی تھے اور ہم نے اُن کو کوہِ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے اُن کو رازکی باتیں کرنے کے لئے مقرب بنایا اور ہم نے اُن کو اپنی رحمت (اور عنایت) سے اُن کے بھائی ہارون کو نبی بناکر عطا کیا (یعنی اُن کی درخواست کے موافق اُن کو نبی کیا کہ اُن کی مدد کریں) اور اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا (خصوصاً اور بھی احکام کا عموماً) حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑی راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچادیا یہ (حضرات جن کا شروع سورت سے یہاں تک ذکر ہوا زکریا علیہ السلام سے ادریس علیہ السلام تک یہ) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے (چنانچہ نبوت سے بڑھ کر کونسی نعمت ہوگی) منجملہ (دیگر) انبیاء (علیہم السلام) کے (یہ وصف سب مذکورین میں مشترک ہے اور یہ سب) آدم (علیہ السلام) کی نسل سے (تھے) اور (بعضے ان میں) ان لوگوں کی نسل سے (تھے) جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا (چنانچہ بجز ادریس علیہ السلام کے کہ وہ اجداد نوح علیہ السلام سے ہیں باقی سب ہی وصف ہیں) اور (بعضے ان میں) ابراہیم (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) کی نسل سے (تھے چنانچہ حضرت زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و موسیٰ علیہ السلام دونوں کی اولاد میں تھے اور اسحٰق و اسمٰعیل و یعقوب علیہ السلام صرف حضرت ابراہیم کی اولاد میں تھے) اور (یہ سب حضرات) اُن لوگوں میں سے (تھے) جنکو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا (اور باوجود اس مقبولیت و اختصاص کے ان سب حضرات موصوفین کی عبدیت کی یہ کیفیت تھی کہ) جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو (غایت افتقار و انکسار و انقیاد کے اظہار کے لئے) سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔

معارف و مسائل

كَانَ مُخْلَصًا، مخلص بفتح لام وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خالص کرلیا ہو یعنی جس کو غیر اللہ کیطرف التفات نہ ہو، اُس نے اپنے نفس اور تمام خواہشات کو اللہ کی مرضی کے لئے مخصوص کردیا ہو۔ یہ شان خصوصی طور پر انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے (اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ) یعنی ہم نے ان کو مخصوص کردیا ہے ایک خاص کام یعنی دار آخرت کی یاد کے لئے۔ اُمت میں جو حضرات کاملین انبیاء علیہم السلام کے نقشِ قدم پر ہوں اُن کو بھی اس مقام کا ایک درجہ ملتا ہے انکی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ قدرتی طور پر گناہوں اور بُرائیوں سے بچا دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کیساتھ ہوتی ہے۔

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ، یہ مشہور پہاڑ ملک شام میں مصر اور مدین کے درمیان ہے آج بھی اسی نام سے مشہور ہے حق تعالیٰ نے اسکو بھی بہت سی چیزوں میں ایک خصوصیت و امتیاز دیا ہے الْاَيْمَنِ، طور کی یہ داہنی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتبار سے بتلائی گئی ہے کیونکہ وہ مدین سے چلے تھے جب طور کے بالمقابل پہنچے تو طور انکی داہنی جانب تھا۔ نَجِيًّا سرگوشی اور خصوصی کلام کو مناجات اور جس شخص سے ایسا کلام کیا جائے اُس کو نجی کہا جاتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ، ھبہ کے لفظی معنے عطیہ کے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کی امداد کے لئے حضرت ہارون کو بھی نبی بنادیا جائے یہ دُعا قبول کی گئی اسی کو لفظ وَهَبْنَا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ہم نے عطیہ دیدیا موسیٰ علیہ السلام کو ہارون کا۔ اسی لئے حضرت ہارون کو ھبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ (مظہری)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ، ظاہر یہی ہے کہ اس سے مُراد حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام ہیں مگر اُن کا ذکر اُن کے والد اور بھائی ابراہیم و اسحٰق کے ذکر کے ساتھ نہیں فرمایا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر درمیان میں آنے کے بعد ان کا ذکر فرمایا۔ شاید اس سے مقصود ان کے ذکر کا خاص اہتمام ہو کر ضمنی لانے کے بجائے مستقلاً ذکر کیا گیا اور یہاں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے انمیں انکے زمانۂ بعثت کی ترتیب نہیں رکھی گئی کیونکہ ادریس علیہ السلام جن کا ذکر ان سب کے بعد آرہا ہے وہ زمانے کے لحاظ سے ان سب سے مقدم ہیں۔

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ، ایفاء وعدہ ایک ایسا خلقِ حسن ہے کہ ہر شریف آدمی اس کو ضروری سمجھتا ہے اور اس کے خلاف کرنے کو ایک رذیل حرکت قرار دیا جاتا ہے حدیث میں وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت بتلایا ہے، اسی لئے اللہ کا کوئی نبی و رسول ایسا نہیں جو

صادق الوعد نہ ہو مگر اس سلسلہ کلام میں خاص خاص انبیاء علیہم السلام کے ذکر کیساتھ کوئی خاص وصف بھی ذکر کیا گیا ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ یہ وصف دوسروں میں نہیں بلکہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ انمیں یہ خاص صفت ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے جیسے ابھی حضرت موسٰی علیہ السّلام کے ذکر کے ساتھ ان کا مُخلَص ہونا ذکر فرمایا ہے حالانکہ یہ صفت بھی تمام انبیاء علیہم السلام میں عام ہے مگر حضرت موسٰی علیہ السلام کو اسمیں ایک خاص امتیاز حاصل تھا اس لئے اُن کے ذکر میں اسکا ذکر فرمایا گیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صدقِ وعد میں امتیاز اس بناء پر ہے کہ اُنھوں نے جس چیز کا وعدہ اللہ سے یا کسی بندے سے کیا اس کو بڑی مضبوطی اور اہتمام سے پورا کیا، اُنھوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے آپ کو ذبح کرنے کے لئے پیش کر دیں گے اور اُس پر صبر کرینگے اس میں پُورے اُترے۔ ایک شخص سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا وہ وقت پر نہ آیا تو اُسکے انتظار میں تین دن اور بعض روایات میں ایک سال اُسکا انتظار کرتے رہے (مظہری) اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ترمذی میں بروایت عبداللہ ابن ابی الحمساء ایسا ہی واقعہ وعدہ کر کے تین دن تک اُسی جگہ انتظار کرنے کا منقول ہے (قرطبی)

ایفائے وعدہ کی اہمیت اور اُس کا درجہ

ایفائے وعدہ انبیاء و صلحاء کا وصفِ خاص اور تمام شریف انسانوں کی عادت ہے اسکے خلاف کرنا فسّاق فجّار رذیل لوگوں کی خصلت ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے العدۃ دین، وعدہ ایک قرض ہے یعنی جس طرح قرض کی ادائیگی انسان پر لازم ہے اسی طرح وعدہ پورا کرنے کا اہتمام بھی لازم ہے۔ دوسری ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں وای المؤمن واجب یعنی وعدہ مومن کا واجب ہے۔

حضرات فقہاء نے باتفاق یہ فرمایا ہے کہ وعدہ کا قرض ہونا اور ایفاء وعدہ کا واجب ہونا اس معنی میں ہے کہ بلا عذر شرعی اس کو پورا نہ کرنا گناہ ہے لیکن وہ ایسا قرض نہیں جس کی چارہ جوئی عدالت سے کی جاسکے اور زبردستی وصول کیا جاسکے جس کو فقہاء کی اصطلاح میں یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ دیانۃً واجب ہے قضاءً واجب نہیں۔ (قرطبی وغیرہ)

مصلح کا فرض ہے کہ اصلاح کا کام اپنے اہل و عیال سے شروع کرے

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خصوصی اوصاف میں ایک یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام تو ہر مومن مسلمان کے ذمہ واجب ہے کہ اپنے اہل و عیال کو نیک کاموں کی ہدایت کرتا رہے۔ قرآنِ حکیم میں عام مسلمانوں کو خطاب ہے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا، یعنی بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو

آگ سے پھر اسمیں حضرت اسماعیل کی خصوصیت کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ حکم اگرچہ عام ہے اور سبھی مسلمان اس کے مکلّف ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام اسکے اہتمام و انتظام میں امتیازی کوشش فرماتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خصوصی ہدایت ملی تھی کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنی اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے آپ نے اس کی تعمیل میں اپنے خاندان کو جمع کر کے خصوصی خطاب فرمایا۔

دوسری بات یہاں قابلِ غور یہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام سب کے سب پوری قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتے ہیں اور وہ سبھی کو پیغامِ حق پہنچاتے اور امر الٰہی کا پابند کرتے ہیں، اہل و عیال کی خصوصیت میں کیا حکمت ہے؟ بات یہ ہے کہ دعوتِ پیغمبرانہ کے خاص اُصول ہیں اُن میں یہ اہم بات ہے کہ جو ہدایت عام خلق اللہ کو دی جائے اُس کو پہلے اپنے گھر سے شروع کرے۔ اپنے گھر والوں کو اسکا ماننا اور منوانا نسبتہً آسان بھی ہوتا ہے اُس کی نگرانی بھی ہر وقت کی جاسکتی ہے اور وہ جب کسی خاص رنگ کو اختیار کر لیں اور اُسمیں پختہ ہوجاویں تو اس سے ایک دینی ماحول پیدا ہو کر دعوت کو عام کرنے اور دوسروں کی اصلاح کرنے میں بڑی قوت پیدا ہوجاوے گی۔ اصلاحِ خلق کے لئے سب سے زیادہ مؤثر چیز ایک صحیح دینی ماحول کا وجود میں لانا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہر بھلائی یا بُرائی تعلیم و تعلم اور افہام و تفہیم سے زیادہ ماحول کے ذریعہ پھیلتی اور بڑھتی ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ، حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے ایکہزار سال پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں (روح المعانی بحوالہ مستدرک حاکم) اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی و رسول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے نازل فرمائے (کما فی حدیث ابی ذر زمخشری) اور ادریس علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں جن کو علم نجوم اور حساب بطور معجزہ عطا کیا گیا (بحر محیط) اور سب سے پہلے انسان ہیں جنھوں نے قلم سے لکھنا اور کپڑا سینا ایجاد کیا ان سے پہلے لوگ عموماً جانوروں کی کھال بجائے لباس استعمال کرتے تھے اور سب سے پہلے ناپ تول کے طریقے بھی آپ نے ہی ایجاد فرمائے اور اسلحہ کی ایجاد بھی آپ سے شروع ہوئی۔ آپ نے اسلحہ تیار کر کے بنو قابیل سے جہاد کیا (بحر محیط۔ قرطبی۔ مظہری۔ روح)

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا، یعنی ہم نے ادریس علیہ السلام کو مقام بلند پر اُٹھا لیا۔ معنے یہ ہیں کہ اُن کو نبوت و رسالت اور قربِ الٰہی کا خاص مقام عطا فرمایا گیا۔ اور بعض روایات میں جو انکا آسمان پر اُٹھانا منقول ہے اُن کے متعلق ابن کثیرؒ نے فرمایا:

هذا من اخبار كعب الاحبار الاسرائيليات وفي بعضه نكارة	یہ کعب احبار کی اسرائیلی روایات میں سے ہے اور اُن میں سے بعض میں نکارت و اجنبیت ہے۔

اور قرآن کریم کے الفاظ مذکورہ بہرحال اس معاملہ میں صریح نہیں کہ یہاں رفعتِ درجہ مُراد ہے یا زندہ آسمان میں اُٹھانا مُراد ہے اسلئے انکار رفع الی السماء قطعی نہیں اور تفسیر قرآن اُس پر موقوف نہیں (بیان القرآن)

فائدہ از بیان القرآن رسُول اور نبی کی تعریف میں فرق اور باہمی نسبت

رسول اور نبی کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں، آیاتِ مختلفہ میں غور کرنے سے جو بات احقر کے نزدیک محقق ہوئی وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ رَسُوْل وہ ہے جو مخاطبین کو شریعتِ جدیدہ پہنچائے خواہ وہ شریعت خود اس رسول کے اعتبار سے بھی جدید ہو جیسے تورات وغیرہ یا صرف اُن کی اُمت کے اعتبار سے جدید ہو جیسے اسماعیل علیہ السلام کی شریعت وہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدیم شریعت ہی تھی لیکن قوم جرہم جن کی طرف اُن کو مبعوث فرمایا تھا اُن کو اس شریعت کا علم پہلے سے نہ تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کے ذریعہ ہوا، اس معنی کے اعتبار سے رسول کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں جیسے فرشتے کہ وہ رسول تو ہیں مگر نبی نہیں ہیں یا جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے فرستادہ قاصد جن کو آیتِ قرآن اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ میں رسول کہا گیا ہے حالانکہ وہ انبیاء نہیں تھے۔

اور نبی وہ ہے جو صاحبِ وحی ہو خواہ شریعتِ جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعتِ قدیمہ کی جیسے اکثر انبیاء بنی اسرائیل شریعتِ موسویہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک اعتبار سے لفظ رسول نبی سے عام ہے اور دوسرے اعتبار سے لفظ نبی بہ نسبت رسول کے عام ہے جس جگہ یہ دونوں لفظ ایک ساتھ استعمال کئے گئے جیسا کہ آیات مذکورہ میں رَسُوْلًا نَّبِيًّا آیا ہے وہاں تو کوئی اشکال نہیں کہ خاص اور عام دونوں جمع ہو سکتے ہیں کوئی تضاد نہیں لیکن جس جگہ یہ دو لفظ باہم متقابل آئے ہیں جیسے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ میں تو اس جگہ بقرینۂ مقام لفظ نبی کو خاص اُس شخص کے معنی میں لیا جائیگا جو شریعتِ سابقہ کی تبلیغ کرتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ، اس سے مراد صرف حضرت ادریس علیہ السلام ہیں وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ، اس سے مراد صرف ابراہیم علیہ السلام ہیں وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ، اس سے مُراد اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام ہیں وَاِسْرَآءِيْلَ، اس سے مُراد حضرت موسیٰ وہارون و حضرت زکریا و یحیٰی و عیسٰی علیہ السلام ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا، سابقہ آیات میں چند اکابر انبیاء علیہم السلام کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے جس میں اُن کی عظمتِ شان کو بیان کیا گیا ہے، چونکہ انبیاء کی عظمت میں عوام سے غلو کرنے کا خطرہ تھا جیسے یہود نے حضرت عُزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا ہی بنا دیا اسلئے اس مجموعہ کے بعد ان سب کا اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ گزار اور خوف و خشیت سے بھرپور ہونا اس آیت میں ذکر فرما دیا گیا تاکہ افراط و تفریط کے درمیان رہیں۔ (بیان القرآن)

تلاوتِ قرآن کے وقت بُکا یعنی آب دیدہ ہونا سُنّتِ انبیاء ہے

اس سے معلوم ہوا کہ آیاتِ قرآن کی تلاوت کے وقت بُکاء (رونے) کی کیفیت پیدا ہونا محمود اور انبیاء علیہم السلام کا وصف ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ و تابعین اور اولیاء اللہ سے بکثرت اسکے واقعات منقول ہیں۔

قرطبی نے فرمایا کہ علماء نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ قرآن کریم میں جو آیتِ سجدہ تلاوت کی جائے اُس کے سجدے میں اُس کے مناسب دُعا کیجائے، مثلاً سورۂ سجدہ میں یہ دُعا کریں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ السّٰجِدِيْنَ لِوَجْهِكَ الْمُسَبِّحِيْنَ بِحَمْدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ عَنْ اَمْرِكَ اور سُبْحٰنَ الَّذِيْ کے سجدہ میں یہ دُعا کریں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْبَاكِيْنَ اِلَيْكَ الْخَاشِعِيْنَ لَكَ اور آیتِ مذکورہ خَرُّوْا سُجَّدًا کے سجدہ میں یہ دُعا کریں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الْمُنْعَمِ عَلَيْهِمِ الْمَهْدِيِّيْنَ السّٰجِدِيْنَ لَكَ الْبَاكِيْنَ عِنْدَ تِلَاوَةِ اٰيٰتِكَ (قرطبی)

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا
پھر اُن کی جگہ آئے ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے
الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
مزوں کے سو آگے دیکھ لیں گے گمراہی کو مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا
وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں اور اُن کا حق ضائع نہ ہوگا
شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ
کچھ باغوں میں بسنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں سے
بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ
اُن کے بن دیکھے بیشک ہے اُس کے وعدہ پر پہنچنا نہ سُنیں گے وہاں
فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً
بک بک سوائے سلام اور اُن کے لئے ہے اُن کی روزی وہاں صبح
وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ
اور شام یہ وہ بہشت ہے جو میراث دیں گے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی
كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾
ہوگا پرہیزگار

خلاصۂ تفسیر

پھر ان (مذکورین) کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا (خواہ اعتقاداً کہ انکار کیا یا عملاً کہ اس کے ادا کرنے میں یا حقوق و آداب ضروریہ میں کوتاہی کی) اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی (جو ضروری طاعت سے غافل کرنے والی تھیں) سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے (خواہ ابدی ہو یا غیر ابدی) ہاں مگر جس نے (کفر و معصیت سے) توبہ کرلی (اور مطلب کفر سے توبہ کرنے کا یہ ہے کہ) ایمان لے آیا اور (معصیت سے توبہ کرنا یہ ہے کہ) نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ (بلا خرابی دیکھے) جنت میں جاویں گے اور (جزا ملنے کے وقت) ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاویگا (یعنی ہر نیک عمل کی جزا ملے گی یعنی) ان ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (جاویں گے) جنکا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (اور) اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس (جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے (کیونکہ وہاں فضول بات ہی نہ ہوگی) بجز (فرشتوں اور ایک دوسرے کے) سلام (کرنے) کے (اور ظاہر ہے کہ سلام سے بہت ہی خوشی اور راحت ہوتی ہے تو وہ فضول نہیں) اور ان کو کھانا صبح و شام ملا کریگا (یعنی یہ تو معیّن طور پر ہوگا اور یوں دوسرے وقت بھی اگر چاہیں گے ملے گا) یہ جنت (جسکا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اسکا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والے ہوں (جو مبنیٰ ہے ایمان اور عمل صالح کا)

معارف و مسائل

خَلْفٌ، یہ لفظ بسکون لام بُرے قائمقام بُری اولاد کے لئے اور بفتح لام اچھے قائمقام اور اچھی اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے (مظہری) مجاہدؒ کا قول ہے کہ یہ واقعہ قرب قیامت میں صلحاء اُمت کے ختم ہو جانے کے بعد ہوگا کہ نماز کی طرف التفات نہ رہے گا اور فسق و فجور کھُلم کھُلا ہونے لگے گا۔

نماز بے وقت یا بلا جماعت پڑھنا اضاعتِ نماز اور گناہِ عظیم ہے

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ، نماز کے ضائع کرنے سے مُراد جمہور مفسرین عبداللہ بن مسعود۔ نخعی۔ قاسم۔ مجاہد۔ ابراہیم۔ عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کے نزدیک نماز کو اُس کے وقت سے مؤخر کرکے پڑھنا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز کے آداب و شرائط میں سے کسی میں کوتاہی کرنا جسمیں وقت بھی داخل ہے اضاعتِ نماز میں شامل ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اضاعتِ صلوٰۃ سے مُراد بے جماعت کے گھر میں نماز پڑھ لینا ہے (قرطبی۔ بحر محیط)

حضرت فاروق اعظم رضؓ نے اپنے سب عمّالِ حکومت کو یہ ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا تھا:

ان اھم امرکم عندی الصّلوٰۃ۔ فمن ضیّعھا فھو لما سواھا اضیع (مؤطا مالک)	میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے تمام احکام دین کو بھی اور زیادہ ضائع کرے گا۔

حضرت حذیفہ رضؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے آداب اور تعدیلِ ارکان میں کوتاہی کرتا ہے تو اُس سے دریافت کیا کہ تم کب سے یہ نماز پڑھتے ہو اُس نے کہا کہ چالیس سال سے، حضرت حذیفہ رضؓ نے فرمایا کہ تم نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اسی طرح کی نمازیں پڑھتے ہوئے مرگئے تو یاد رکھو کہ فطرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مروگے۔

ترمذی میں حضرت ابو مسعود انصاری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز میں اقامت نہ کرے۔ مراد یہ ہے کہ جو رکوع اور سجدہ میں اور رکوع سے کھڑے ہوکر یا دو سجدوں کے درمیان سیدھا کھڑا ہونا یا سیدھا بیٹھنے کا اہتمام نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے وضو اور طہارت میں کوتاہی کی یا نماز کے رکوع سجدے میں یا ان دونوں کے درمیان سیدھا کھڑے ہونے بیٹھنے میں جلد بازی کی اُس نے نماز کو ضائع کردیا۔

حضرت حسنؒ نے اضاعتِ صلوٰۃ اور اتباعِ شہوات کے بارے میں فرمایا کہ مسجدوں کو معطل کردیا اور صنعت و تجارت اور لذات و خواہشات میں مبتلا ہوگئے۔

امام قرطبیؒ ان روایات کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ آج اہل علم اور معروف بالصلاح لوگوں میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں جو نماز کے آداب سے غافل، بعض نقل و حرکت کرتے ہیں۔ یہ چھٹی ہجری کا حال تھا جسمیں ایسے لوگ خال خال پائے جاتے تھے آج یہ صورتِ حال نمازیوں میں عام ہوگئی، الا ماشاء اللہ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَاَعْمَالِنَا

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ، شہوات سے مُراد دُنیا کی وہ لذتیں ہیں جو انسان کو اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کریں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شاندار مکانوں کی تعمیر اور ایسی شاندار سواریوں کی سواری جس پر لوگوں کی نظریں اُٹھیں، اور ایسا لباس جس سے عام لوگوں میں امتیاز کی شان نظر آئے شہواتِ مذکورہ میں داخل ہیں (قرطبی)

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، لفظ غَیّ عربی زبان میں رشاد کے بالمقابل ہے ہر بھلائی اور خیر کو رشاد اور ہر بُرائی اور شر کو غی کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے منقول ہے کہ غی جہنم کے ایک غار کا نام ہے جسمیں سارے جہنم سے زیادہ طرح طرح کے عذاب جمع ہیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ غی جہنم کے ایک غار کا نام ہے جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے

اس کو اللہ تعالیٰ نے اُس زناکار کے لئے تیار کیا ہے جو اپنی زناکاری پر مُصر اور عادی ہے اور اُس شراب خور کے لئے جو شراب کا عادی ہے اور اس سود خور کے لئے جو سود خوری سے باز نہیں آتا اور اُن لوگوں کے لئے جو ماں باپ کی نافرمانی کریں اور جھوٹی شہادت دینے والوں کے لئے اور اُس عورت کے لئے جو کسی دوسرے کے بچّہ کو اپنے شوہر کا بچہ بنادے۔ (قرطبی)

لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا، لغو سے مُراد کلام باطل فضول اور گالی گلوچ اور ایذا دینے والا کلام ہے کہ اہلِ جنت اس سے پاک صاف رہیں گے کوئی کلمہ اُنکے کان میں ایسا نہ پڑیگا جو اُن کو رنج و تکلیف پہنچائے

اِلَّا سَلٰمًا، یہ استثناء منقطع ہے مُراد یہ ہے کہ وہاں جسکا جو کلام سُننے میں آویگا وہ سلامتی اور بھلائی اور خوشی میں اضافہ کرے گا۔ اصطلاحی سلام بھی اس میں داخل ہے جو اہلِ جنت آپس میں ایک دوسرے کو کریں گے اور اللہ کے فرشتے ان سب کو کریں گے۔ (قرطبی)

وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِیۡهَا بُكۡرَةً وَّعَشِیًّا، جنت میں یہ نظامِ شمسی اور طلوع و غروب باللیل والنہار تو نہ ہوگا، ایک قسم کی روشنی ہمہ وقت رہے گی مگر رات اور دن اور صبح اور شام کے امتیازات کسی خاص انداز سے ہونگے۔ اسی صبح و شام میں اہلِ جنت کا رزق ان کو پہنچے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اہلِ جنت کو جس وقت جس چیز کی خواہش ہوگی وہ اُسی وقت بلا تاخیر پوری کیجاوے گی (وَلَهُمۡ مَّا یَشۡتَهُوۡنَ) اطلاق عام ہے پھر صبح شام کی تخصیص کیوجہ انسانی عادت و فطرت کی بناء پر ہے کہ وہ صبح شام کھانے پینے کا عادی ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں کہ جس شخص کو صبح شام کی غذا پوری ملے وہ آرام و عیش والا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرما کر کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین کا کھانا دن میں دو مرتبہ ہوتا ہے صبح اور شام۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہاں صبح شام کا لفظ بول کر عموم مراد ہے جیسے رات دن کا لفظ بھی یا مشرق مغرب کا لفظ عموم کے لئے بولا جاتا ہے کوئی خاص وقت یا جگہ مراد نہیں ہوتی تو مطلب یہ ہوگا کہ اُنکا رزق اُن کی خواہش کے موافق ہر وقت موجود رہے گا۔ واللہ اعلم (قرطبی)

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡنَا وَمَا
اور ہم نہیں اُترتے مگر حکم سے تیرے رب کے　اُسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے　اور جو
خَلۡفَنَا وَمَا بَیۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ
ہمارے پیچھے　اور جو اسکے بیچ میں ہے　اور تیرا رب نہیں ہے بھولنے والا　رب
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا فَاعۡبُدۡهُ وَاصۡطَبِرۡ لِعِبَادَتِهٖ ؕ
آسمانوں کا　اور زمین کا　اور جو اُنکے بیچ ہے سو اسی کی بندگی کر اور قائم رہ اسکی بندگی پر

هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِیًّا ﴿٦٥﴾ وَیَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ
کسی کو پہچانتا ہے تو اُسکے نام کا　اور کہتا ہے　آدمی　کیا جب　میں　مرجاؤں
لَسَوۡفَ اُخۡرَجُ حَیًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا یَذۡكُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ
تو پھر نکلوں گا　زندہ ہوکر　کیا یاد نہیں رکھتا　آدمی　کہ ہم نے اسکو بنایا
مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ یَكُ شَیۡـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحۡشُرَنَّهُمۡ
پہلے سے　اور وہ کچھ چیز نہ تھا　سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر بلائیں گے اُن کو
وَالشَّیٰطِیۡنَ ثُمَّ لَنُحۡضِرَنَّهُمۡ حَوۡلَ جَهَنَّمَ جِثِیًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ
اور شیطانوں کو　پھر سامنے لائیں گے گرد دوزخ کے گھٹنوں پر گرے ہوئے　پھر
لَنَنۡزِعَنَّ مِنۡ كُلِّ شِیۡعَةٍ اَیُّهُمۡ اَشَدُّ عَلَی الرَّحۡمٰنِ عِتِیًّا ﴿٦٩﴾
جُدا کرلیں گے ہم　ہر ایک فرقہ میں سے جونسا ان میں سے　سخت رکھتا تھا　رحمٰن سے　اکڑ
ثُمَّ لَنَحۡنُ اَعۡلَمُ بِالَّذِیۡنَ هُمۡ اَوۡلٰی بِهَا صِلِیًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنۡ
پھر ہم کو خوب معلوم ہے جو بہت قابل ہیں اُس میں　داخل ہونے کے　اور کوئی نہیں
مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ
تم میں جو نہ پہنچے گا اُس پر　ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر　لازم　مقرر　پھر
نُنَجِّی الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡهَا جِثِیًّا ﴿٧٢﴾
بچائیں گے ہم اُن کو　جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دیں گے گنہگاروں کو اسمیں اوندھے گرے ہوئے

خلاصۂ تفسیر

شانِ نزول　صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ ذرا زیادہ آیا کرو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور (ہم آپ کی درخواست کا جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیتے ہیں سُنیئے وہ یہ ہے کہ) ہم (یعنی فرشتے) بدون آپکے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں (مکان ہو یا زمان، مکانی ہو یا زمانی) اور (اسی طرح) ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں (آگے کا مکان تو جو منہ کے سامنے ہو اور پیچھے کا جو پشت کی طرف ہو اور مابین ذٰلک جسمیں یہ شخص خود ہو اور آگے کا زمان جو مستقبل ہو اور پیچھے کا جو ماضی ہو اور مابین ذٰلک جو زمانۂ حال ہو) اور آپ

کا رب بھولنے والا نہیں (چنانچہ یہ سب امور آپ کو پہلے سے معلوم ہیں مطلب یہ کہ ہم تکوینًا و تشریعًا مسخر امر الٰہی اپنی رائے سے ایک مکان سے دوسرے مکان میں یا جب ہم چاہیں کہیں آجا نہیں سکتے لیکن جب ہمارا بھیجنا مصلحت ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بھیجدیتے ہیں یہ احتمال نہیں کہ شاید کسی مصلحت کے وقت بھول جاتے ہوں) وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں سو (جب ایسا حاکم و مالک ہے تو اے مخاطب) تو اسکی عبادت (اور اطاعت) کیا کر اور (ایک آدھ بار نہیں بلکہ) اسکی عبادت پر قائم رہ (اور اگر اس کی عبادت نہ کریگا تو کیا دوسرے کی عبادت کریگا) بھلا تو کسی کو اسکا ہم صفت جانتا (یعنی کوئی اسکا ہم صفت نہیں تو لائق عبادت بھی کوئی نہیں، پس اسی کی عبادت کرنا ضرور ہوا) اور انسان (منکر آخرت) یُوں کہتا ہے کہ میں جب مرجاؤنگا تو کیا پھر زندہ کرکے قبر سے نکالا جاؤں گا (اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ کیا یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اسکے قبل (عدم سے) وجود میں لاچکے ہیں، اور یہ (اسوقت) کچھ بھی نہ تھا (جب ایسی حالت سے حیات کی طرف لانا آسان ہے تو دوبارہ حیات دینا تو بدرجۂ اولیٰ آسان ہے) سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (قیامت میں زندہ کرکے موقفِ حشر میں جمع کرینگے اور (انکے ساتھ) شیاطین کو بھی (جو دُنیا میں ان کے ساتھ رہ کر بہکاتے سکھاتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ) پھر ان (سب) کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ (مارے ہیبت کے) گھٹنوں کے بل گرے ہونگے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے (جیسے یہود و نصاریٰ و مجوس بُت پرست) ان لوگوں کو جُدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے سرکشی کیا کرتے تھے (تاکہ ایسوں کو اوروں سے پہلے دوزخ میں داخل کریں) پھر (یہ نہیں کہ اس جُدا کرنے میں ہم کو کسی تحقیقات کی ضرورت پڑے کیونکہ) ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اوّل) مستحق ہیں (پس اپنے علم سے ایسوں کو الگ کرکے اوّل ان کو پھر دوسرے کفار کو دوزخ میں داخل کریں گے اور یہ ترتیب صرف اوّلیت میں ہے، اور آخریت نہ ہونے میں تو سب مساوی ہیں اور جہنّم کا وجود ایسا یقینی ہے کہ اسکا معائنہ سب مؤمن کافر کو کرایا جائے گا گو صورت اور غرض معائنہ کی مختلف ہوگی کفار کو بطور دخول کے اور تعذیب ابدی کے واسطے اور مؤمنین کو بطور عبور پُل صراط اور زیادتِ شکر اور فرح کے واسطے کہ اُس کو دیکھ کر جو جنّت میں پہنچیں گے تو اور زیادہ شکر کریں گے اور خوش ہونگے) اور (بعض گنہگاروں کو سزائے محدود کے لئے جو کہ درحقیقت تطہیر ہے اسی عموم معائنہ کی خبر دی جاتی ہے کہ) تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو (کسی کا دخولاً اور کسی کا عبوراً) یہ (وعدہ کے موافق) آپ کے رب کے اعتبار سے (بطور) لازم (حتم کے) ہے جو (ضرور پُورا ہو کر رہے گا) پھر (اس جہنّم پر عبور سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اسمیں مؤمن و کافر برابر ہیں بلکہ) ہم ان لوگوں کو نجات دیدیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لا) ے تھے،

(خواہ اوّل ہی دفعہ میں نجات ہو جاوے جیسے مؤمنین کاملین کو اور خواہ بعد کسی قدر تکلیف کے جیسے کہ مؤمنین ناقصین کو) اور ظالموں کو (یعنی کافروں کو) اسمیں (ہمیشہ کے لئے) ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ (مارے رنج و غم کے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

معارف و مسائل

وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ، لفظ اصطبار کے معنے مشقت و تکلیف پر ثابت قدم رہنا ہے اس میں اشارہ ہے کہ عبادت پر دوام و ثبات مشقت چاہتا ہے عبادتگزار کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا، لفظ سمی کے مشہور معنے ہمنام کے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ مشرکین اور بُت پرستوں نے اگرچہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے انسانوں، فرشتوں پتھروں اور بُتوں کو شریک کر ڈالا تھا اور ان سب کو الٰہ یعنی معبود کہتے تھے مگر کسی نے لفظ اللہ معبود باطل کا نام کبھی نہیں رکھا۔ یہ ایک تکوینی اور تقدیری امر تھا کہ دُنیا میں اللہ کے نام سے کوئی بُت اور کوئی الٰہ باطل موسوم نہیں ہوا اس لئے اس معنے کے اعتبار سے بھی مضمون آیت کا واضح ہے کہ دُنیا میں اللہ کا کوئی ہمنام نہیں۔

اور اکثر مفسرین مجاہد، ابن جبیر، قتادہ، ابن عباس رضہ سے اس جگہ اس لفظ کے معنی مثل اور شبیہ کے منقول ہیں اسکا مطلب واضح ہے کہ صفاتِ کمال میں اللہ تعالیٰ کا کوئی مثیل و عدیل یا نظیر نہیں ہے۔

لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ، اس جگہ والشیاطین کا واؤ بمعنے مَعَ ہے اور مُراد یہ ہے کہ ہر کافر کو اُس کے شیطان کے ساتھ ایک سلسلہ میں باندھ کر اُٹھایا جائیگا اس صورت میں یہ صرف کافروں کے حشر کا بیان ہوگا، اور اگر مراد عام لیجائے جس میں مؤمن و کافر سب داخل ہیں تو شیاطین کے ساتھ ان سب کے حشر کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر کافر تو اپنے شیطان کے ساتھ بندھا ہوا حاضر ہوگا اور مؤمنین بھی اس موقفِ حشر میں الگ نہیں ہوں گے اس لحاظ سے سب کیساتھ شیاطین کا اجتماع ہو جائے گا۔ (قرطبی)

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا، ابتدائے حشر کے وقت مؤمنین و کفار اور سعداء و اشقیاء سب جہنّم کے گرد جمع کئے جاویں گے اور سب پر ہیبت طاری ہوگی سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے پھر مؤمنین اور سعداء کو جہنّم سے عبور کرا کر جنّت میں داخل کیا جائے گا تاکہ اس منظر جہنّم کو دیکھنے کے بعد ان کو مکمل خوشی اور دائمی اور مخالفین دین پر شماتت اور اس پر اللہ کا مزید شکر نصیب ہو۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ، لفظ شیعہ اصل لغت میں کسی خاص شخص یا خاص عقیدہ

کے متبعین کو کہا جاتا ہے اس لئے بمعنی فرقہ بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور مُراد آیت کی یہ ہے کہ کفار کے مختلف فرقوں میں جو سب سے زیادہ سرکش ہوگا اس کو ان سب میں ممتاز کر کے مقدم کیا جاوے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جہنم میں اس ترتیب سے داخل کیا جائے گا کہ جس کا جرم سب سے زیادہ ہوگا وہ سب سے پہلے اسکے بعد دوسرے اور تیسرے درجے کے مجرمین داخلِ جہنم کئے جاویں گے۔ (مظہری)

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا، یعنی کوئی انسان مؤمن یا کافر ایسا نہ رہے گا جسکا ورود جہنم پر نہ ہو۔ ورود سے مُراد دخول نہیں بلکہ عبور ہے جیسا کہ ابن مسعودؓ کی ایک روایت میں لفظ مرور بھی آیا ہے۔ اور اگر دخول مُراد لیا جاوے تو مؤمنین متقین کا دخول اس طرح ہوگا کہ جہنم اُن کے لئے برد و سلام بن جائے گی اُن کو اُس کی کوئی تکلیف محسوس نہ ہوگی جیسا کہ حضرت ابو سُمیّہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نیک آدمی یا فاجر آدمی باقی نہ رہے گا جو ابتداءً جہنم میں داخل نہ ہو مگر اسوقت مؤمنین متقین کے لئے جہنم برد و سلام بن جائے گی جیسے ابراہیم علیہ السلام کے لئے نارِ نمرود برد و سلام بنادی گئی تھی۔ اس کے بعد مؤمنین کو یہاں سے نجات دیکر جنت میں لیجایا جائے گا یہی معنے آیت کے اس اگلے جملے کے ہیں ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا، یہ مضمون حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے اور قرآن کریم میں جو لفظ ورود کا آیا ہے اگر اسکے معنے دخول کے بھی لئے جاویں تو دخول بطور عبور کے مُراد ہوگا اسلئے کوئی تضاد نہیں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور جب سُنائے اُن کو ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں جو لوگ کہ منکر ہیں ایمان والوں کو

اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا

دونوں فرقوں میں کس کا مکان بہتر ہے اور کس کی اچھی لگتی ہے مجلس اور کتنی ہلاک کرچکے

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ

ہم پہلے ان سے جماعتیں وہ ان سے بہتر تھے سامان میں اور نمود میں تو کہہ جو رہا

فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا

بھٹکتا سو چاہیئے اس کو کھینچ لے جائے رحمٰن لمبا یہانتک کہ جب دیکھیں گے

يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ

جو وعدہ ہوا تھا اُن سے یا آفت اور یا قیامت سو تب معلوم کرلیں گے کس کا

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ

بُرا ہے مکان اور کس کی فوج کمزور ہے اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ سُوجھ والوں کو سُوجھ

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر رکھتی ہیں تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانے کو جگہ

خُلاصۂ تفسیر

اور جب ان منکر لوگوں کے سامنے ہماری (وہ) کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں (جنمیں مؤمنین کا حق پر ہونا اور کفار کا باطل پر ہونا مذکور ہوتا ہے)، تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ (یہ بتلاؤ ہم) دونوں فریقوں میں (یعنی ہم میں اور تم میں دُنیا میں) مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے (یعنی ظاہر ہے کہ خانگی اور مجلسی ساز و سامان اور اہل و اعوان میں ہم بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ مقدمہ تو محسوس ہے اور دوسرا مقدمہ عرفی ہے کہ انعام و احسان اور عطاءِ نعمت اُس شخص کے لئے ہوتا ہے جو دینے والے کے نزدیک محبوب اور پسند ہو، ان دونوں مقدموں سے ثابت ہوا کہ ہم اللہ کے محبوب و مقبول ہیں اور تم مغضوب و مخذول۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک جواب الزامی اور ایک تحقیقی دیتے ہیں۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں) اور (یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ (ہیبت ناک سزاؤں سے کہ بالیقین عذاب تھے) ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں زیادہ) اچھے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ مقدمہ ثانیہ غلط ہے بلکہ کسی حکمت اور مصلحت سے نعمتِ دنیویہ مبغوض و مردود کو بھی دی جا سکتی ہے، آگے دوسرا جواب ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) اللہ تعالیٰ اُن کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے (یعنی اس نعمتِ دنیوی میں یہ حکمت ہے کہ مہلت دے کر اتمام حجت کر دے جیسا دوسری آیت میں ہے اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ الخ اور یہ مہلت چند روزہ ہے) یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دُنیا میں)، خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اُسوقت) اُن کو معلوم ہو جاوے گا کہ بُرا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں (یعنی دُنیا میں جو اپنے اہل مجلس کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں وہاں معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا زور ہے کیونکہ وہاں تو کسی کا کوئی زور ہوگا ہی نہیں۔ اسی کو اضعف فرمایا تھا) اور (مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو (دُنیا میں تو) ہدایت بڑھاتا ہے (یعنی اصل سرمایہ یہ ہے کہ اگر اسکے ساتھ مال و دولت نہو

مضر نہیں) اور آخرت میں ظاہر ہوگا کہ) جو نیک کام ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں (پس اُن کو ثواب میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی جن میں مکان اور باغات سب کچھ ہوں گے اور انجام ان اعمال کا ابدیت اور دوام ہے ان نعمتوں کا بھی کیفیۃً وکمیۃً مسلمانوں ہی کی حالتِ اخیرہ بہتر ہوگی اور اخیر ہی کا اعتبار بھی ہے)۔

معارف ومسائل

خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا، یہاں کفار نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے دو چیزیں پیش کیں۔ اوّل دُنیا کا مال و دولت اور ساز و سامان دوسرے حشم خدم اور اپنا جتھہ اور جماعت کہ یہ بظاہر کفار کو بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ حاصل تھی اور یہی دو چیزیں ہیں جو انسان کے لئے نشہ کا کام کرتی ہیں اور اُن کا فخر و غرور اچھے اچھے عقلمند ذہین لوگوں کو غلط راستوں پر ڈال دیتا ہے اور پچھلے دَور کے بڑے بڑے سرمایہ داروں اور حکومت و سلطنت والوں کی عبرت خیز تاریخ سے غافل کر کے اپنے موجودہ حال کو اپنا ذاتی کمال اور دائمی راحت کا ذریعہ باور کرا دیتا ہے۔ بجز اُن لوگوں کے جو قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دُنیا کے مال و دولت اور عزت و جاہ کسی کو اپنا ذاتی کمال یا دائمی ساتھی نہ سمجھیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر زبان سے بھی ادا کریں اور اُس کی دی ہوئی نعمت کو خرچ کرنے میں بھی اسکے احکام کی پابندی کریں اور اسکے فنا یا کم ہو جانے کے خطرہ سے بھی کسی وقت غافل نہ ہوں تو وہی اس شر سے محفوظ رہتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام میں، حضرت سلیمان اور داؤد علیہما السلام اور صحابۂ کرامؓ میں بہت سے اغنیاءِ صحابہ اور اسی طرح اُمت میں لاکھوں اولیاء، صلحاء جن کو حق تعالےٰ نے دُنیا کا مال و دولت بھی خوب عطا فرمایا اور دین کی دولت اور اپنا خوف بھی بے انتہاء۔

کفار کے اس مغالطہ کو قرآن حکیم نے اس طرح دُور فرمایا کہ دُنیا کی چند روزہ نعمت و دولت نہ اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی علامت ہو سکتی ہے نہ دُنیا ہی میں وہ کسی ذاتی کمال کی علامت سمجھی جاتی ہے کیونکہ بہت سے بے عقل جاہلوں کو دُنیا میں یہ چیزیں عقلاء اور دانشمندوں سے زیادہ مل جاتی ہیں۔ پچھلی تاریخ اٹھا کر دیکھو تو یہ حقیقت کھل جائے گی کہ ایسی ایسی بلکہ ان سے بھی زیادہ کتنی دولتوں اور شوکتوں کے ڈھیر زمین پر ہوتے دیکھے گئے ہیں۔

رہا حشم و خدم اور دوست و احباب کی کثرت سو اس کی حقیقت بھی اول تو دُنیا ہی میں ظاہر ہو جاتی ہے کہ آڑے وقت میں کوئی کام نہیں آتا۔ پھر اگر دُنیا میں وہ برابر خدمت کرتے بھی رہے تو وہ کَے دن کی، اس کے بعد محشر کے میدان میں اُن کا کون ساتھی ہوگا؟

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا، باقیات صالحات کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل سورۂ کہف میں گزر چکی ہے اور مختار قول یہی ہے کہ اس سے مُراد وہ تمام طاعات اور نیک کام ہیں جن کے فوائد باقی رہنے والے ہیں۔ مَرَدًّا کا لفظ بمعنے مرجع ہے مُراد انجام و عاقبت ہے۔ مُراد آیت کی واضح ہے کہ اعمالِ صالحہ ہی اصل دولت ہیں جن کا ثواب بڑا اور انجام دائمی راحت ہے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾

بھلا تو نے دیکھا اُس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہے گا مال اور اولاد

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ

کیا جھانک آیا ہے غیب کو، یا لے رکھا ہے رحمٰن سے عہد یہ نہیں

سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ

ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائیں گے اس کو عذاب میں لمبا اور ہم لے لینگے

مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً

اسکے مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہے اور آئیگا ہمارے پاس اکیلا۔ اور پکڑ رکھا ہے لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو

لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ

معبود تاکہ وہ ہوں اُنکے لئے مدد، ہرگز نہیں، وہ منکر ہوں گے اُن کی بندگی سے اور

يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ ع

ہو جائیں گے اُن کے مخالف

خلاصۂ تفسیر

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ (جن کا حق یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جاتا جن میں سے آیاتِ بعث بھی ہیں) کفر کرتا ہے اور (علیٰ سبیل الاستہزاء) کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے (مطلب یہ کہ اس کی حالت بھی قابلِ تعجب ہے آگے اسکا رد ہے کہ) کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے (یعنی اس دعوے کا علم آیا بلا واسطہ اسباب ہوا ہے

کو علم غیب ہے یا بواسطہ اسباب ہوا ہے پھر چونکہ وہ دعویٰ احکم عقلی تو ہے نہیں بلکہ امر نقلی ہے۔ اس لئے صرف دلیل نقلی کہ اخبار خداوندی ہے اس کی دلیل ہو سکتی ہے سو دونوں طریق مفقود ہیں اول تو عقلاً بھی ممتنع ہے اور دوسرا وقوعاً منتفی ہے) ہرگز نہیں (محض غلط کہتا ہے اور) ہم اسکا کہا ہوا بھی لکھ لیتے ہیں (اور وقت پر یہ سزا دیں گے کہ) اسکے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اسکی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جاویں گے (یعنی وہ تو دنیا سے مرجاوے گا اور اموال و اولاد پر کوئی اسکا اختیار نہ رہے گا ہم ہی سب کے مالک رہیں گے اور قیامت میں ہم اس کو نہ دیں گے بلکہ) وہ ہمارے پاس (مال و اولاد سے) تنہا ہو کر آوے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کے لئے وہ (عند اللہ) باعث عزت ہوں (جیسا اس آیت میں حکایت ہے يَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللّٰهِ سو ایسا) ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ تو (قیامت میں خود) اُن کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے (جیسا سورۂ یونس کے تیسرے رکوع میں گزر چکا قَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ) اور (اُلٹے) ان کے مخالف ہو جاویں گے، (قالاً بھی جیسا گزرا اور حالاً بھی کہ بجائے عزت کے سبب ذلت ہو جاویں گے ان معبودین میں اصنام بھی ہوں گے سو اُن کا ناطق ہونا جیسا یکفرون کا مقتضا ہے مثل نطق جوارح کے مستبعد و مستغرب نہیں)۔

معارف و مسائل

لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا، بخاری و مسلم میں حضرت خباب بن الارتؓ کی روایت ہے کہ ان کا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمہ تھا یہ اُنکے پاس تقاضہ کے لئے گئے اُس نے کہا میں تو تمہارا قرض اُسوقت تک نہیں دُوں گا جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر و انکار کا معاملہ نہ کرو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا جبتک کہ تم مرو پھر زندہ ہو۔ عاص بن وائل نے کہا کہ اچھا کیا میں مرکر پھر زندہ ہونگا۔ اگر ایسا ہے تو بس تمہارا قرض بھی اُسیوقت چکاؤں گا جب دوبارہ زندہ ہونگا کیونکہ اُسوقت بھی میرے پاس مال اور اولاد ہونگے۔ (قرطبی)

قرآن کریم نے اس احمق کے جواب میں فرمایا کہ اسے یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوبارہ زندہ ہونے کے وقت بھی اُسکے پاس مال اور اولاد ہونگے أَطَّلَعَ الْغَيْبَ، کیا اسنے غیب کی باتوں کو جھانک کر معلوم کر لیا ہے أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا یا اللہ رحمٰن سے اس نے مال و اولاد کے لئے کوئی عہد اور وعدہ لے لیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بات ہوئی نہیں۔ پھر اسنے یہ خیال کیسے پکا لیا وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ، یعنی جس مال اور اولاد کا یہ ذکر کر رہا ہے آخرت میں ملنے کا معاملہ تو بہت دور ہے

دُنیا میں بھی جو کچھ اس کو ملا ہوا ہے اس کو بھی چھوڑنا پڑیگا اور اسکے وارث آخرکار ہم ہونگے یعنی یہ مال و اولاد اس سے چھن کر بالآخر اللہ کی طرف لوٹ جائے گا۔

وَيَأْتِينَا فَرْدًا، اور قیامت کے روز یہ اکیلا ہمارے دربار میں حاضر ہوگا نہ کوئی اولاد ساتھ ہوگی نہ مال۔ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا، یعنی یہ خود تراشیدہ بُت اور معبود باطل جن کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ یہ اُن کے مددگار ہونگے محشر میں اس کے برعکس یہ اُن کے دشمن ہو جاویں گے اللہ تعالیٰ اُن کو نطق و زبان عطا فرما دیں گے اور یہ بولیں گے کہ یا اللہ ان کو عذاب دیجئے کہ انھوں نے تجھ کو چھوڑ کر ہمیں معبود بنا لیا تھا۔ (قرطبی)

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا ﴿٨٣﴾
تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے چھوڑ رکھے ہیں شیطان منکروں پر اُچھالتے ہیں ان کو ابھار کر

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ
سو تو جلدی نہ کر اُن پر ہم تو پوری کرتے ہیں اُن کی گنتی جسدن ہم اکٹھا کر لائینگے

الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ
پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بُلائے ہوئے اور ہانک لے جائیں گے گنہگاروں کو

جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ
دوزخ کی طرف پیاسے نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے

عِندَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾
رحمٰن سے وعدہ

خلاصۂ تفسیر

(آپ جو ان کی گمراہی سے غم کرتے ہیں تو) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر و ضلال پر) خوب اُبھارتے (اور اکساتے) رہتے ہیں (پھر جو خود ہی اپنے اختیار سے اپنے بدخواہ کے بہکانے میں آجاوے اسکا کیوں غم کیا جاوے) سو (جب شیاطین ابتلاءً مسلط ہوئے ہیں اور تعجیل سزائے مستحق میں ابتلاء رہتا نہیں تو) آپ اُن کے لئے جلدی (عذاب ہونے کی درخواست) نہ کیجئے ہم اُن کی باتیں (جن پر سزا ہوگی) خود شمار کر رہے ہیں، (اور وہ سزا اُس روز واقع ہوگی) جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع

کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کیطرف پیاسا ہانکیں گے (اور کوئی ان کا سفارشی بھی نہ ہوگا کیونکہ وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمان کے پاس سے اجازت لی ہے (وہ انبیاء وصلحاء ہیں اور اجازت خاص ہے مؤمنین کے ساتھ پس کفار محلِ شفاعت نہ ہوئے)۔

معارف و مسائل

تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ، عربی لغت میں لفظ ھَزّ ، اَزّ ، فَزّ ، حَضّ ، سب ایک معنی میں ہیں یعنی کسی کام کے لئے اُبھارنا اور آمادہ کرنا۔ خفت وشدت اور کمی زیادتی کے لحاظ سے ان میں باہمی فرق ہے۔ لفظ اَزّ کے معنی پوری قوت اور تدبیر و تحریک کے ذریعہ کسی شخص کو کسی کام کے لئے آمادہ بلکہ مجبور کر دینے کے ہیں معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہ شیاطین ان کو اعمالِ بد پر اُبھارتے رہتے ہیں اور اُن کی خوبیاں اُن کے دل پر مسلط کر دیتے ہیں خرابیوں پر نظر نہیں ہونے دیتے۔

اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ، مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے عذاب کے بارے میں جلدی نہ کریں وہ تو عنقریب ہونے ہی والا ہے کیونکہ ہم نے اُن کو گنے ہوئے ایام اور مدت دنیا میں رہنے کی دی ہے وہ بہت جلد پوری ہونے والی ہے اسکے بعد عذاب ہی عذاب ہے نَعُدُّ لَهُمْ ، یعنی ہم ان کیلئے شمار کرتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ انکی کوئی چیز آزاد نہیں اُن کی عمر کے دن رات گنے ہوئے ہیں، اُنکے سانس، اُن کی نقل و حرکت کا ایک ایک قدم، اُن کی لذات اُن کی زندگی کا ایک ایک لحظہ ہم گن رہے ہیں، یہ گنتی پوری ہوتے ہی ان پر عذاب ٹوٹ پڑے گا۔

مامون رشید نے ایک مرتبہ سورۂ مریم پڑھی۔ جب اس آیت پر پہنچے تو حاضرینِ مجلس جو علماء فقہاء تھے اُن میں سے ابن سماک کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے متعلق کچھ کہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ جب ہمارے سانس گنے ہوئے ہیں ان پر زیادتی نہیں ہو سکتی تو یہ کسقدر جلد ختم ہو جائیں گے اسی کو بعض شعراء نے کہا ہے ؎

حیاتک انفاس تعد فکلما ✧ مضی نفس منك انتقصت به جزءًا

یعنی تیری زندگی کے سانس گنے ہوئے ہیں، جب ایک سانس گزرتا ہے تو تیری زندگی کا ایک جزء کم ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ انسان دن رات میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔ (قرطبی)

اور بعض حضرات نے فرمایا ؎

وکیف یفرح بالدنیا ولذتها ✧ فتی یعد علیه اللفظ والنفس

یعنی دُنیا اور اسکی لذت پر وہ شخص کیسے مگن اور بے فکر ہو سکتا ہے جس کے الفاظ اور سانس گنے جا رہے ہوں (روح) یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ، لفظ وفد ایسے آنے والوں کے

لئے بولا جاتا ہے جو کسی بڑے بادشاہ یا امیر کے پاس اکرام و اعزاز کے ساتھ جائیں بعض روایاتِ حدیث میں ہے کہ یہ لوگ سواریوں پر سوار ہو کر پہنچیں گے اور سواری ہر شخص کی وہ ہو گی جس کو وہ دُنیا میں اپنے لئے پسند کرتا تھا، اونٹ، گھوڑا یا دوسری سواریاں بعض حضرات نے فرمایا کہ اُنکے اعمال صالحہ اُن کی مرغوب سواریوں کی صورت اختیار کریں گے یہ روایاتِ حدیث روح المعانی اور قرطبی نے نقل کی ہیں۔

اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ، وِرْد کے لفظی معنے پانی کی طرف جانے کے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ پیاس ہی کے وقت کوئی آدمی یا جانور پانی پر جاتا ہے اس لئے وِرْدًا کا ترجمہ پیاسا کیا گیا۔

مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عہد سے مراد شہادت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، بعض نے فرمایا کہ عہد سے مراد حفظ کتاب اللہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ شفاعت کرنے کا حق ہر ایک کو نہیں ملے گا بجز اُن لوگوں کے جو ایمان کے عہد پر مضبوط رہے۔ (روح)

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ
اور لوگ کہتے ہیں رحمٰن رکھتا ہے اولاد بیشک تم آپھنسے ہو بھاری چیز میں ابھی
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ
هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ
ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد اور نہیں پھبتا رحمٰن کو
اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ
کہ رکھے اولاد، کوئی نہیں آسمان اور زمین میں جو
اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ
نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر اسکے پاس اُن کی شمار ہے اور گن رکھی ہے اُن کی گنتی، اور
كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ہر ایک اُنمیں آئیگا اُسکے سامنے قیامت کے دن اکیلا البتہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں
الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
اُنھوں نے نیکیاں اُن کو دیگا رحمٰن محبت سو ہم نے آسان کر دیا
بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ
یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشخبری سُنادے تو ڈرنے والوں کو، اور ڈرادے جھگڑالو لوگوں کو۔ اور بہت

أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ ۖ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ

ہلاک کرچکے ہم ان سے پہلے جماعتیں، آہٹ پاتا ہے تو اُن میں کسی کی

أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

یا سُنتا ہے اُن کی بھنک؟

خلاصۂ تفسیر

اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (چنانچہ نصاریٰ کثرت سے اور یہود قلت سے اور مشرکین عرب اس عقیدہ فاسدہ میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اُڑ جاویں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور (اپنے علم سے) سب کو شمار کر رکھا ہے (یہ حالت تو ان کی فی الحال ہے) اور قیامت کے روز سب کے سب اسکے پاس تنہا تنہا حاضر ہونگے (کہ ہر شخص خدا ہی کا محتاج اور محکوم ہوگا، پس اگر خدا کے اولاد ہو تو خدا ہی کی طرح وجوب وجود و لوازم وجوب کے ساتھ موصوف ہونا چاہیے اور خدا کی یہ صفات ہیں جو مذکور ہوئیں، عموم قدرت، عموم علم۔ اور غیر خدا کی یہ صفتیں ہیں افتقار و انقیاد جو ضد ہیں وجوب کے پھر ضدین کا اجتماع کیونکر ہو سکتا ہے)۔

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ (ان کو علاوہ نعم مذکورۂ اخرویہ کے دُنیا میں یہ نعمت دیگا کہ) ان کے لئے (خلائق کے دل میں) محبت پیدا کردیگا سو آپ ان کو یہ بشارت دیدیجئے کیونکہ) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سُنادیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلادیں اور (ان خوف کی چیزوں میں سے نعمت دنیویہ کا ایک یہ بھی مضمون ہے کہ) ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب و قہر سے) ہلاک کردیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان (میں سے کسی) کی کوئی آہستہ آواز سُنتے ہیں (یہ کنایہ ہے بے نام و نشان ہونے سے سو کفار اس نقمت دنیویہ کے بھی مستحق ہیں گو کسی مصلحت سے کسی کافر کے لئے اس کا

وقوع نہ ہو مگر اندیشہ کے قابل تو ہے۔

معارف و مسائل

وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا، ان آیات سے معلوم ہوا کہ زمین اور پہاڑ اور اُس کی تمام چیزوں میں ایک خاص قسم کا عقل و شعور موجود ہے اگرچہ وہ اس درجہ کا نہ ہو جس پر احکام الٰہیہ مرتب ہوتے ہیں جیسے انسان کی عقل و شعور۔ یہی عقل و شعور ہے جس کی وجہ سے دُنیا کی ہر چیز اللہ کے نام کی تسبیح کرتی ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ، یعنی کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو ان چیزوں کا یہی شعور و ادراک ہے جس کا ذکر ان آیات مذکورہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد قرار دینے سے زمین اور پہاڑ وغیرہ سخت گھبراتے اور ڈرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے فرمایا کہ جن وانس کے علاوہ تمام مخلوقات خدا تعالیٰ کے ساتھ شرک سے بہت ڈرتی ہیں اور یہ خطرہ محسوس کرتی ہیں کہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔ (روح المعانی)

وَعَدَّهُمْ عَدًّا، یعنی حق تعالیٰ شانہٗ تمام انسانوں کے اشخاص و اعمال کا پورا علم رکھتے ہیں اُنکے سانس اُنکے قدم اُنکے لقمے اور گھونٹ اللہ کے نزدیک شمار کئے ہوئے ہیں نہ کم ہوسکتے ہیں نہ زیادہ۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا، یعنی ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں دوستی اور محبت، یعنی ایمان اور عمل صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی عوارض سے خالی ہوں تو اُن کا خاصّہ یہ ہے کہ مؤمنین صالحین کے درمیان آپس میں بھی اُلفت و محبت ہوجاتی ہے۔ ایک نیک صالح آدمی دوسرے نیک آدمی سے مانوس ہوتا ہے اور دوسرے تمام لوگوں اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ اُن کی محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ترمذی، وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو جبرئیل امین سے کہتے ہیں کہ میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں تم بھی اُس سے محبت کرو جبرئیل امین سارے آسمانوں میں اسکی منادی کرتے ہیں اور سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر یہ محبت زمین پر نازل ہوتی ہے (تو زمین والے بھی سب اس محبوب خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں) اور فرمایا کہ قرآن کریم کی یہ آیت اسپر شاہد ہے یعنی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مظہری) اور ہرم بن حیانؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کے دل اسکی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔ (قرطبی)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی اہلیہ ہاجرہ اور شیرخوار صاحبزادے

اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے خشک پہاڑوں کے درمیان ریگستان میں بحکم خدا تعالیٰ چھوڑ کر ملک شام واپس جانے کا ارادہ فرمایا تو اُن کے لئے بھی دُعا مانگی تھی فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ یعنی یا اللہ میرے بے کس اہل و عیال کے لئے آپ کچھ لوگوں کے قلوب کو مائل اور متوجہ فرما دیجئے۔ اُسی کا نتیجہ ہے کہ ہزاروں سال گزر چکے ہیں کہ مکہ اور اہلِ مکہ کی محبت ساری دُنیا کے دِلوں میں بھر دی گئی ہے اور دُنیا کے ہر گوشے سے بڑی بڑی محنت و مشقت اُٹھا کر اور عمر بھر کی کمائی خرچ کر کے لوگ پہنچتے رہتے ہیں اور دُنیا کے ہر گوشہ کی چیزیں مکہ معظمہ کے بازار میں دستیاب ہوتی ہیں۔

اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا، رِکز وہ مخفی آواز ہے جو سمجھ میں نہ آئے جیسے مرنے والے کی زبان لڑکھڑانے کے بعد جو آواز ہوتی ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ یہ سب حکومت و سلطنت والے اور شوکت و حشمت اور طاقت و قوت والے جب اللہ کے عذاب میں پکڑے گئے اور فنا کئے گئے تو ایسے ہو گئے کہ اُن کی کوئی مخفی آواز اور حس و حرکت بھی سُنائی نہیں دیتی۔

سُوْرَةُ طٰهٰ

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اس سُورت کا دوسرا نام سورۂ کلیم بھی ہے (کما ذکرہ السخاوی)، وجہ یہ ہے کہ اسمیں حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مفصل مذکور ہے۔

مسند دارمی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے بھی دو ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ و یٰسٓ پڑھی (یعنی فرشتوں کو سُنائی)، تو فرشتوں نے کہا کہ بڑی خوش نصیب اور مبارک ہے وہ اُمت جس پر یہ سُورتیں نازل ہونگی اور مبارک ہیں وہ سینے جو ان کو حفظ رکھیں گے اور مبارک ہیں وہ زبانیں جو ان کو پڑھیں گی، یہی وہ مبارک سُورت ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کا تہیہ کر کے نکلنے والے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایمان قبول کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گرنے پر مجبور کر دیا جس کا واقعہ کتب سیرت میں معروف و مشہور ہے۔

ابن اسحٰق کی روایت اس طرح ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک روز تلوار لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ راستہ میں نعیم بن عبداللہ مل گئے، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس گمراہ شخص کا کام تمام کرنے کے لئے جا رہا ہوں جس نے قریش میں تفرقہ ڈال دیا، اُن کے دین و مذہب کو بُرا کہا اُن کو بیوقوف بنایا اور اُنکے بتوں کو بُرا کہا۔ نعیم نے کہا کہ عمر تمہیں تمہارے نفس نے دھوکہ میں مبتلا کر رکھا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو گے اور اُن کا قبیلہ بنو عبد مناف تمہیں زندہ چھوڑے گا کہ زمین پر چلتے پھرتے رہو۔ اگر تم میں عقل ہے تو